تحقیقی مقالہ (Capstone) برائے بی ایس اُردو

اُردو زبان وادب کی ترویج میں سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کا کردار

(اداریے، مضامین، سلام اور غیر مطبوعہ مرثیوں کے حوالے سے)

سیشن: بہار 2022 تا خزاں 2025

مقالہ نگار

ثناور حسین

رجسٹریشن نمبر: ISL/2/05447/M/URD/2022-1

نگران مقالہ

ڈاکٹر فہمیدہ تبسم

ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدرِ شعبہ اُردو

شعبۂ اُردو

وِفاقی اُردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد

2026ء

اُردو زبان وادب کی ترویج میں سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کا کردار

(اداریے، مضامین، سلام اور غیر مطبوعہ مرثیوں کے حوالے سے)

مقالہ نگار: ثناور حسین

انرولمنٹ نمبر: ISL/2/05447/M/URD/2022-1

سیشن: بہار 2022 تا خزاں 2025

مقالہ ہٰذا بطور (Capstone) بی ایس اُردو

ڈگری کی جزوی تکمیل اور حصول کے لیے پیش کیا گیا

شعبہ اُردو

وفاقی اُردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد

ترتیب مقالہ

اقرار نامہ--iii

تصدیق نامہ--iv

منظوری نامہ--v

Abstract--vi

پیش لفظ--vii

فہرست--viii

اقرار نامہ

میں شناور حسین حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالے میں درج تحقیق میری ذاتی کاوش ہے، یہ تحقیقی مقالہ وفاقی جامعہ اُردو برائے فنون ، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد میں بی ایس کے طالب علم کی حیثیت سے ڈاکٹر فہمیدہ تبسم کی نگرانی میں مکمل کیا گیا ہے اور اس سے قبل کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے پیش کیا گیا ہے اور نہ ہی آئندہ پیش کیا جائے گا۔

نام طالب علم: شناور حسین

دستخط: ------------------------

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ بی ایس اُردو کی تکمیل کے لیے طالب علم نثاور حسین کا تحقیقی مقالہ بعنوان

اُردو زبان وادب کی ترویج میں سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کا کردار

(اداریے، مضامین، سلام اور غیر مطبوعہ مرثیوں کے حوالے سے)

میری زیر نگرانی تحریر کیا گیا ہے، میری نگاہ میں مقالہ نگار کا کام تسلی بخش ہے۔ لہذا مقالے کی منظوری کی سفارش کی جاتی ہے۔

نگران مقالہ: ڈاکٹر فہمیدہ تبسم

دستخط:

مقالے اور اس کے زبانی امتحان کا

منظوری نامہ

ہم نے طالب علم شناور حسین کے مقالہ برائے بی ایس اُردو، بعنوان: **اُردو زبان و ادب کی ترویج میں سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کا کردار** (اداریے، مضامین، سلام اور غیر مطبوعہ مرثیوں کے حوالے سے) کا مطالعہ کیا ہے اور اس کے زبانی امتحان میں طالب علم کی کارکردگی کو تسلی بخش پایا ہے۔

ہم طالب علم کی مجموعی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور اسے کامیاب قرار دیتے ہوئے صدرِ شعبہ کو مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید عون ساجد (ممتحن)

دستخط ____________

ڈاکٹر حمیدہ تبسم (نگران مقالہ)

دستخط ____________

۳ کریڈٹ آور کا یہ مقالہ بطور (Capstone) منظور کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر حمیدہ تبسم (صدر شعبہ)

دستخط ____________

مہر:

Abstract

This research, titled ***"The Role of the Quarterly Farogh e Marsiya in the Promotion of Urdu Language and literature"*** explores the contribution of this literary journal to Urdu language and literature. The study begins with a review of Urdu research journals, highlighting their ongoing role in promoting Urdu. The second chapter introduces *Farogh e Marsiya* and offers a critical analysis of its editorials, research articles, Salams and unpublished marsiyas. The findings reveal that this journal plays a significant role in preserving and promoting the genres of marsiya and Salam, extending their reach to various countries including Pakistan, India, Canada, the United States, Germany, and the UAE. Moreover, as an open access publication *Farogh e Marsiya* is available at emarsiya.com, regularly issued under the editorship of Asghar Mehdi Ashar from Canada. *Farogh e Marsiya* continues to serve as an important platform for the global promotion of Urdu language and literature.

پیش لفظ

بی ایس اُردو کے آخری سمسٹر میں تحقیق کے لیے میں نے سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ "کا انتخاب اپنے مقالے کی نگران ڈاکٹر فہمیدہ تبسم صاحبہ کے مشورے سے کیا ہے۔ مجلہ "فروغِ مرثیہ " کینیڈا سے اصغر مہدی اشعر کی ادارت میں شائع ہوتا ہے اور اس کی ترسیل کئی ملکوں تک کی جاتی ہے۔ اپنے موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے میں نے اس مجلے میں شائع ہونے والے اداریوں، مضامین، سلاموں اور غیر مطبوعہ مرثیوں کو سامنے رکھا ہے۔ اس مجلے کے تمام اداریے اصغر مہدی اشعر نے لکھے ہیں جن میں مجلے کی اشاعت کا مقصد اردو زبان و ادب اور تہذیب و ثقافت کو محفوظ کرنا بتایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مَیں نے انھیں ایک سوال نامہ بھی ارسال کیا جس کا انھوں نے بروقت جواب دیا اور وضاحت کی کہ اس مجلے کا مقصد رثائی ادب کے ذریعے اردو زبان و ادب کی ترویج ہے۔

"فروغِ مرثیہ" میں رثائی ادب کے حوالے سے بہت اہم مضامین شائع ہوتے ہیں جن میں اردو تحقیق و تنقید کے ذریعے مرثیوں کی تفہیم کی جاتی ہے۔ اس مجلے کی سب سے نمایاں خوبی غیر مطبوعہ مرثیوں اور سلاموں کی اشاعت ہے۔ مرثیے کے بارے میں ایک بات کی جاتی ہے کہ اب یہ صنف متروک ہو رہی ہے لیکن دوسری طرف یہ مجلہ ہے کہ قدیم بیاضوں اور ڈائریوں میں موجود مرثیوں کو اشاعت کی منزل تک لا رہا ہے۔ مزید یہ کہ یہ اشاعت آن لائن بھی ہو رہی ہے جس سے دنیا میں کہیں سے بھی اسے پڑھا اور دیکھا جا سکتا ہے۔

اس تحقیق کے دوران میں اس مجلے کے آن لائن ہونے سے میرے لیے مواد کی دستیابی بہت آسان رہی ہے جس کے لیے میں مجلے کے مدیر اصغر مہدی اشعر صاحب کی کوششوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں اپنے شعبے کے تمام اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میرے اندر پڑھنے لکھنے کا ذوق و شوق پیدا کیا اور یہ تحقیقی کام کرنے کے قابل بنایا۔ ڈاکٹر فہمیدہ تبسم، ڈاکٹر ناہید قمر، ڈاکٹر سعدیہ طاہر اور ڈاکٹر زینت افشاں نے ہمیشہ رہنمائی کی اور حوصلہ بڑھایا۔ میں خاص طور پر ڈاکٹر عون ساجد نقوی اور ڈاکٹر مجاہد عباس کا شکر گزار ہوں جنھوں نے ہر لمحہ میری معاونت کی۔ میں اپنے چھوٹے بھائی اظہار حسین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے مقالے کی کمپوزنگ میں میرا ہاتھ بٹایا۔

اول و آخر اللہ کریم کی تمام نعمتوں اور والدین کی دعاؤں کے سبب میرا یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا ہے۔ یہ میری پہلی کاوش ہے۔ اس میں غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں جس کے لیے آپ سے درگزر کرنے کی درخواست ہے۔

ثناور حسین

بی ایس اُردو ، سمسٹر ہشتم

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

باب اول: اُردو کے رسائل و جرائد کی تاریخ: پس منظر------------------02

باب دوم: سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کا تجزیاتی مطالعہ------------------06

ا۔ "فروغِ مرثیہ" کے اداریے------------------10

ب۔ "فروغِ مرثیہ" کے مضامین------------------13

ج۔ "فروغِ مرثیہ" کے سلام------------------41

د۔ "فروغِ مرثیہ" کے غیر مطبوعہ مرثیے------------------44

باب سوم: ماحصل (اُردو زبان و ادب کی ترویج میں "فروغِ مرثیہ" کا کردار)----------48

حوالہ جات------------------50

کتابیات------------------52

ضمیمہ (مصاحبہ)------------------53

☆☆☆

باب اول

☆ اُردو کے رسائل و جرائد کی تاریخ: پس منظر ☆

اُردو کے رسائل و جرائد کی تاریخ: پس منظر

اُردو زبان کی ترویج میں رسائل و جرائد کا کردار بہت اہم رہا ہے۔ چاہے وہ رسائل و جرائد صحافتی مقاصد کے لیے شائع ہوتے رہے یا پھر ادبی مقاصد کے لیے۔ جہاں تک اولین اُردو اخبار کا تعلق ہے تو اکثر محققین کے مطابق وہ جامِ جہاں نما(اجرا:1822ء) ہے جو کلکتے سے جاری ہوا تھا تاہم اُردو میں ادبی صحافت کے فروغ میں ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق مولوی محمد باقر کے "دہلی اُردو اخبار" (اجرا:1837ء) نے اہم کردار ادا کیا۔[1]

اُردو زبان کا پہلا مجلہ "محبِ ہند" تصور کیا جاتا ہے جو 1847ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا اور اس کے مدیر ماسٹر رام چندر تھے جو خود انگریزی زبان کے استاد تھے۔ مزید برآں سر سید احمد خان کے رسالے "تہذیب الاخلاق" (اجرا:1870ء) نے مضامین کے ذریعے برصغیر میں نہ صرف روشن خیال کو فروغ دیا بلکہ اُردو زبان کی ترویج و ترقی میں بھی نہایت اہم کردار ادا کیا۔ میر ناصر علی دہلوی کے رسالے "صلائے عام" (اجرا:1870ء)، عبد الحلیم شرر کے رسالے "دل گداز" (اجرا:1887ء)[2] اور مولانا حسرت موہانی کے رسالے "اُردوئے معلّیٰ" (اجرا:1903ء) نے بھی اُردو زبان کے ساتھ ساتھ قوم کے فکری ارتقا کا سامان کیا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں جہاں سیاسی و سماجی حالات تبدیل ہوئے وہاں علمی و ادبی وسائل میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ لاہور سے "مخزن" (اجرا:1901ء) شیخ عبد القادر کی ادارت میں شائع ہوا تو اس میں نئے لکھنے والوں کو خاصی اہمیت دی گئی۔ علامہ اقبال کی پہلی نظم "ہمالہ" بھی مخزن کے پہلے شمارے میں شائع ہوئی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے مجلے "الہلال" میں شائع ہونے والی تحریروں میں معاصر موضوعات کو زیادہ فروغ ملا اور انگریزوں کے طرزِ حکومت کے خلاف احتجاج بھی نظر آتا ہے۔ لاہور سے شائع ہونے والے مجلے "ادبی دنیا" (اجرا:1929ء) میں تاجور نجیب آبادی کے بعد مولانا صلاح الدین احمد نے جب اس کی ادارت سنبھالی تو اُردو زبان کی ترویج کو مجلے کے اداریوں میں بہ طورِ خاص اہمیت دی۔ یوں نظر آتا ہے کہ وہ اُردو بولنے اور لکھنے کے حوالے سے باقاعدہ ایک تحریک شروع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ انھوں نے مولوی عبد الحق کی اُردو یونیورسٹی بنانے کی تجویز کی بھرپور حمایت کی۔ اُردو زبان کے پہلے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے شاہد احمد دہلوی نے "ساقی" (اجرا:1930ء) میں موسیقی، ترنم، آہنگ اور گیت سنگیت کو اپنا مرکزی موضوع رکھا۔ چودھری برکت علی نے لاہور سے اُردو زبان کا معروف جریدہ "ادبِ لطیف" (اجرا:1935ء) جاری کیا جس میں ترقی پسند ادب کی زیادہ ترجمانی ملتی ہے۔

برصغیر کی آزادی سے کچھ عرصہ قبل احمد ندیم قاسمی، نذیر چودھری اور فکر تونسوی نے جریدہ "سویرا" (اجرا:1946ء) کا اجرا کیا جس میں اُردو کے نامور ادیبوں کی تحریریں شائع ہوتی تھیں۔ بہ طورِ خاص سعادت حسن منٹو، فراق گورکھپوری،

مجید امجد، اختر الایمان، ساحر لدھیانوی اور قتیل شفائی جیسے معتبر ادیبوں کی تخلیقات شامل تھیں۔ محمد طفیل نے اپنے جریدے "نقوش" (اجرا: 1948ء) کے خاص نمبر شائع کر کے اُردو ادب کو نہایت ثروت مند بنا دیا۔ نقوش کے سر ورق پر یہ فقرہ نمایاں طور پر لکھا رہتا "زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمائندہ"۔ نقوش کے رسول نمبر، میر نمبر، غالب نمبر، خطوط نمبر اور انیس نمبر کافی شہرت رکھتے ہیں۔ نقوش کا انیس نمبر 1981ء میں شائع کیا گیا جس میں میر انیس کے 29 غیر مطبوعہ مرثیے بھی پہلی بار شائع کیے گئے۔ احمد ندیم قاسمی نے حبیب اشعر کے ساتھ مل کر جب "فنون" (اجرا: 1963ء) جاری کیا تو آغاز میں ہی اُردو کے بہترین مصنفین نے اپنی تخلیقات اشاعت کے لیے بھیجیں جس سے اس مجلے کا مقام و مرتبہ شروع دن سے اعلیٰ درجے کا رہا تاہم مدیران نے نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ڈاکٹر وزیر آغا نے "اوراق" (اجرا: 1966ء) کی اشاعت کے ذریعے نہ صرف اعلیٰ ادب کی ترجمانی کی بلکہ ساتھ ساتھ نئی نسل میں اُردو زبان و ادب کا ذوق پیدا کیا۔

ادارہِ فروغِ قومی زبان (مقتدرہ قومی زبان) نے "اخبارِ اُردو" (اجرا: 1981ء) میں اُردو زبان کے بہ طور قومی و سرکاری زبان نفاذ کو موضوع بنایا اور اُردو کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اکادمی ادبیاتِ پاکستان نے "ادبیات" (1987ء) میں جاری کیا جس میں ملک کے تمام علاقوں سے تعلق رکھنے والے ادیبوں کی تخلیقات کو شائع کیا۔ نصیر احمد ناصر نے لاہور سے "تسطیر" (اجرا: 1997ء) جاری کیا جس نے معاصر ادب کی اشاعت کے ذریعے اُردو زبان کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ آصف فرخی نے کراچی سے کتابی سلسلہ "دنیازاد" (اجرا: 2000ء) جاری کیا جس میں نہ صرف پاکستانی ادب کو شامل کیا گیا بلکہ ساتھ ساتھ دیگر زبانوں کے اُردو تراجم کو بھی شامل کر کے اُردو زبان کو وسعت دی گئی۔

جن رسائل و جرائد نے مرثیہ نگاری کے وسیلے سے اُردو زبان و ادب کو فروغ دیا ہے ان میں نقوش کا میر انیس نمبر نہایت اہمیت رکھتا ہے جس میں انیس کے غیر مطبوعہ مرثیے شامل کیے گئے تھے۔ اس سے انیس کے کلام کو دریافت کرنے کی طرف محققین کا رجحان بڑھا تھا۔ نئی دہلی سے شمیم حنفی کی ادارت میں شائع ہونے والے رسالے "جامعہ" نے 2003ء میں انیس نمبر شائع کیا جس میں عربی مرثیہ نگاری اور فارسی مرثیہ نگاری کی روایت کے علاوہ میر انیس کے کلام میں موسیقیت، سنسکرت شعریات، ہندوستانی سماج، دہلویت اور فقر شناسی پر خصوصی مضامین شامل کیے گئے۔ مجلہ "نیا دور" جس کے ماتھے پر یہ تحریر نمایاں ہوتی تھی "زبان وادب، تہذیب و ثقافت کا ترجمان"[(3)] کا انیس نمبر بہت اہمیت رکھتا ہے جس میں میر انیس کے اسلاف و اخلاف، آثار و اقدار، دید ہائے رنگا رنگ اور چیدہ و چنیدہ کے عنوانات کے تحت انیس و

مرثیہ شناسی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس مجلے کی خاص بات یہ ہے کہ سید محمد حسن زیدی کے مضمون میں ان تمام اوزاروں اور ہتھیاروں کی تصاویر بھی دکھائی گئی ہیں جو واقعہ کربلا میں استعمال ہوئے تھے اور میر انیس نے ان کا ذکر اپنے مرثیے میں کیا ہے۔

ڈاکٹر ہلال نقوی کی ادارت میں شائع ہونے والے مجلے "رثائی ادب" (اجرا:1996ء) نے اُردو رثائی ادب یعنی کہ مرثیہ، نوحہ، زاری، منقبت اور سلام کے ذریعے اُردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر ہلال نقوی نے انیس نمبر، دبیر نمبر، جوش نمبر اور پروفیسر سردار نقوی نمبر شائع کر کے رثائی ادب کو ادبی رسائل کی دنیا میں نمایاں تر کر دیا۔ رثائی ادب میں کئی نادر و نایاب مرثیے اور نوحے پہلی بار شائع کیے گئے۔ رثائی ادب پر مختلف تنقیدی مضامین بھی شائع ہونے لگے۔ یوں کراچی سے شروع ہونے والا یہ مجلہ پوری دنیا میں اُردو ادب کی نمائندگی کرنے لگا۔ ڈاکٹر ہلال نقوی کی صحت کی خرابی کے باعث "رثائی ادب" کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور یوں رثائی ادب کے ذریعے سے اُردو زبان و ادب کی ترویج کا سلسلہ جو تھمنے لگا تھا اسے کنیڈا سے جاری ہونے والے مجلے "فروغِ مرثیہ" نے صرف سنبھالا بلکہ مجلے کی آن لائن اشاعت کا اہتمام کر کے اسے پوری دنیا میں پھیلا دیا۔

☆☆☆

باب دوم

☆ سہ ماہی مجلہ "فروغِ مرثیہ" کا تجزیاتی مطالعہ ☆

سہ ماہی مجلہ "فروغِ مرثیہ" کا تجزیاتی مطالعہ

فروغِ مرثیہ انٹرنیشنل کینیڈا ایک ایسا ادارہ ہے جس میں اُردو زبان و ادب کی ترویج کے لیے مرثیے کی صنف کو بہ طورِ خاص برتا گیا ہے۔ اس ادارے کی ویب سائٹ www.emarsiya.com ہے جس پر مرثیوں کا سب سے بڑا آن لائن ذخیرہ موجود ہے۔ اس ویب سائٹ پر نہ صرف مرثیوں کا متن موجود ہے بلکہ آڈیو، مرثیہ چینل، کتابیں، کلاسیکل مرثیہ، جدید مرثیہ، رثائی ادب کے شمارے، رثائی نظم، تحقیق و تنقید، ٹاک شوز اور سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کے شمارے دستیاب ہیں۔

ایسے طلبہ اور محققین جو مرثیہ خوانی کا فن سیکھنا چاہتے ہیں ان کے لیے اس ویب سائٹ پر مرثیوں کی آڈیوز بھی موجود ہیں جنھیں اصغر مہدی اشعر صاحب کی آواز میں اپ لوڈ کیا گیا ہے۔ درج ذیل مرثیوں کی آڈیوز سنی جا سکتی ہیں: آوازِ حق ، چراغِ خونِ حسین ، حرفِ حق ، حسین اور انقلاب ،جب خاتمہ بہ خیر ہوا فوجِ شاہ کا ، کس شیر کی آمد ہے ، عظمتِ انسان اے قلم ،مسافتِ شب۔ ان آڈیوز کے علاوہ کچھ تاک شوز بھی دستیاب ہیں جن میں اصغری مہدی اشعر صاحب کی ڈاکٹر تقی عابدی، ڈاکٹر ہلال نقوی اور جناب جاوید حسن کے ساتھ مرثیے کی تاریخ، اسلوب، موسیقیت اور مرثیہ خوانی کے فنی محاسن اور تحت اللفظ خوانی جیسے موضوعات پر گفتگو دستیاب ہے۔

اگر ویب سائٹ پر موجود کتابوں کی بات کی جائے تو کئی درجہ بندی کی کتابیں موجود ہیں جیسے کہ انیسیات، دبیریات، لغات، مقالات، مرثیوں کی کتابیں، منتخب کتابیں، تنقیدی کتابیں، تحت الفظ خوانی اور اصغری مہدی اشعر کی کتابیں موجود ہیں۔ انیسیات کے زمرے میں "میر انیس سے تعارف" از صالحہ عابد حسین، "کتاب نما۔ انیس نمبر"، "مراثیِ انیس میں بچوں کا کردار" از صغیر المہدی، "رباعیات" از میر انیس، "مراثیِ انیس میں جذباتی تاول" از ڈاکٹر سلام سندیلوی، "مراثیِ انیس میں ڈرامائی عناصر" از ڈاکٹر شارب ردولوی، "میر انیس" از ڈاکٹر نیر مسعود، "انیس کے مطبوعہ مرثیوں کی فہرست" از تمثال مسعود، "میر انیس کے مرثیوں میں کردار نگاری: خواتین کے خصوصی حوالے سے" از نشاط نقوی شامل ہیں ۔ دبیریات کے زمرے میں "حیاتِ دبیر پر ایک نظر" از سید حسین رضوی میر ٹھی، "نادراتِ مرزا دبیر" از ڈاکٹر سید صفدر حسین، "ماہِ کامل" از حضرت عہذب لکھنوی، "میر مونس اور حیاتِ دبیر" از سید محمد عبدالرسول شاکی شامل ہیں۔ لغات میں "فرہنگِ انیس: مرتبہ اصغر مہدی اشعر موجود ہے۔ مقالات کے زمرے میں "اودھ میں اُردو مرثیے کا ارتقا" از ریاض الہاشم، "اُردو مرثیہ اور صوفیائے کرام" از مجاور حسین رضوی، "اُردو میں شخصی مرثیہ کا تاریخی و تنقیدی جائزہ" از شگفتہ جبین، "سلام گوئی کا فن اور اس کی روایت" از تمکین حسین، "پنجاب میں اُردو مرثیہ" از عابدہ رفعت، "1970ء کے بعد اُردو مرثیہ نگاری کا تنقیدی مطالعہ" از الماس فاطمہ، سید قائم رضا رضوی، "برصغیر میں جدید مرثیے کا

سفر:" از سید ظفر عباس رضوی، "جدید اُردو مرثیہ نگاری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" از زیبا سبطین، "پنجابی مرثیہ" از سرفراز حسین فاروقی، "تدوینِ مراثیِ میر خلیق" از سید اصغر سجاد رضوی، "اُردو مرثیے میں ہیئت اور موضوع کے تجربات" از شمشاد حیدر زیدی شامل ہیں۔

ای مرثیہ میں مرثیہ نگاری پر جو معروف کتابیں دستیاب ہیں ان میں "نظیر کے مراثی" از ڈاکٹر حسن شکیل مظہری، "احسن تقویم" از سید شیدا حسن زیدی، "آثار عشق" از حضرت مہذب لکھنوی، "آئینہِ عقیدت" پروین بانو پروین، "افکارِ تعشق" از فرزدق ہند حضرت تعشق، "عربی مرثیہ کی مختصر تاریخ" از علامہ سید سبط الحسن صاحب فاضل ہنسوی، کتاب نما(انیس نمبر)، مدیر شاہد علی خان / غلام حیدر / مولانا ذوالقدر رضوی، "میر انیس سے تعارف" از صالحہ عابد حسین، "رباعیات میر انیس مرحوم "از سید محمد عباس صاحب ایم اے، "فریاد جوابِ فریاد "از جمیل مظہری، "نالہ عزاداران" سید تراب علی رضوی، "منتخب مرثیے "ازماسٹر سید شریف حسین حیدر پانی پتی محروم، "ماہِ کامل" از حضرت عہذب لکھنوی، "کرارؑ کے مرثیے" از سید کرار حیدر جان پوری، "غیر مسلم مرثیہ نگار" از سید امجد حسین، "مراثی مہذب" از حضرت مہذب لکھنوی، "مرثیہ خوانی کا فن" از نیر مسعود، "نادراتِ مرزا دبیر" از ڈاکٹر سید صفدر حسین، "تعارف مرثیہ" از سجاد علی سندیلوی، "اردو میں شخصی مرثیے کا تاریخی و تنقیدی جائزہ" از شگفتہ جبیں، "سلام گوئی کا فن اور اس کی روایت" از تمکین حسین، "عوامی مرثیہ کی روایت" از لئیق رضوی، "برصغیر میں جدید مرثیہ کا سفر "از سید ظفر عباس رضوی، "برھان پور کے اہم مرثیہ نگار "از ڈاکٹر جلیل الرحمن جلیل برہان پوری، "دہلوی مرثیہ گو"از محقق علی جواد زیدی، "دھوپ اور کربلا" از خلش پیرا صحابی، "طبعِ رسا" از تھونی لال وحشی، "نوائے منبر" از ڈاکٹر ریحان اعظمی، " مملکتِ صبر "کیفی سنبھلی، "انیس کے مطبوعہ مرثیوں کی فہرست" از تمثال مسعود، "گنج شہیداں" از بہار حسین آبادی، " ہاں اے قلم" از شاعر حسین شاعر، " مراثی چہار دہ معصومین" از حضرت نسیم امروہوی، "اشکِ تبسم "از سید علی ناصر جعفری تبسم پہرسری، "پنجابی مرثیہ نگاری"از سرفراز حسین فاروقی، "تدوین مراثی میر خلیق "از سید اصغر سجاد رضوی، "اردو مرثیے کی جمالیات" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "اردو مرثیہ نگاری" از ام ہانی اشرف، "اردو میں شخصی مرثیے کی روایت" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "اردو کے منتخب شخصی مرثیے" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "شاگردِ دبیر زکی بلگرامی" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "رثائی تحائف" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، " میرے تجزیاتی اوراق "از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "دبستان زید پور کی مرثیہ گوئی" ڈاکٹر عابد حسین حیدری، " شخص اور شاعر " از علی جواد زیدی، "اردو مرثیے میں ہیت اور موضوع کے تجربات "از شمشاد حیدر زیدی۔

ای مرثیہ کی سائٹ پر سب سے اہم کلاسیکی شعرا کے مرثیوں کے متون ہیں جنھیں پوری دنیا میں کہیں سے بھی فراہم کیا جا سکتا ہے۔ جن کلاسیکی مرثیہ گو شاعروں کا کلام ویب سائٹ پر دستیاب ہے ان میں آباد لکھنوی، افسردہ ، آغا میر، احسن

جائسی، علمدار رضوی، علمدار ساحل، علی میاں کام ،الطاف حسین حال ، امن لکھنوی ، امانت لکھنوی ، عقیل اجتہادی ، آرزو لکھنوی ،اثر لکھنوی ،عاشق دہلوی، عظیم شاہ جہان ابادی، بابو صاحب فائق لکھنوی، بدر الہ ابادی، بلوان سنگھ راجہ، بانو سید پوری، باقر امانت خانی، باقر مرزا صاحب حمید، بیان دہلوی، بزم آفندی،اکبر ابادی، بحر لکھنوی، بحر لکھنوی برجیس امروہوی، چنو لال دلگیر، درگاہ قلی خان، دلو رام کوثری، دُلھا صاحب عروج، احسان علی احسان، احسان، اجاز لکھنوی، فہیم لکھنوی اجتہادی، فاخر لکھنوی اجتہادی، فقیر محمد گویا، فراست زید پوری، فرید لکھنوی، فارغ سیتا پوری، فصیح مرزا جعفر علی، فضلی، فراقی دریا ابادی، گدا، گوہر لکھنوی، حبیب اللہ وفا، ہادی رسوا، ، حیدر مرزا صاحب ادب، حیدری، حکیم خادم حسین یکتا، حامد جونپوری، حسین جائسی چنگا صاحب، ہاشم، ہاشم لکھنوی، حسرتی، ہوش لکھنوی، جاوید اجتہادی، کلب احمد مانی جائسی، کلب حسین خان نادر کلیم بھارت پوری، خاطی جائسی، خبیر لکھنوی، خلیفہ علی سکندر، خاندان لکھنوی کشور چولسی، لڈن صاحب، فیض مہاراجہ چندو لال، منی لال جواں، مولا بخش قلق ،مہاراجہ محب، مخزوں، مقبول دہلوی، مدینہ امروہوی، مرزا عشق، میر عارف، میر علی نواز تالپور ناز، میر عسکری رئیس، میر ببر علی انیس، میر احسان رئیس، میر حسن دہلوی، میر حمایت علی، میر جلیس، میر خلیق، میر مانوس، میر مونس، میر نفیس، میر رئیس لکھنوی، میر سلیس، میر سید علی شائق دہلوی، میر تقی میر، میر وحید، میر ضمیر، مرزا اوج، مرزا دیجاپوری، مرزا دبیر، مرزا غالب، مرزا محمد رفیع سودا، مرزا محمد طاہر رفیع، مسکین، مودب لکھنوی، مہذب لکھنوی، محسن ذوالقدر، محمد عسکری جدید، محمد رضا معجز، محب، منیر شکوہ ابادی، منشی حیدر عباس حیدر رضوی، مصطفی موسوی، متقی دہلوی، نجم افندی، نانک لکھنوی، نصیر الدین حیدر، ناطق لکھنوی، نواب سرفراز علی خان سرفراز، نگاہی دہلوی، نصرت لکھنوی، پیارے صاحب رشید ،باقر علی خان تشفی، دیوی روپ کماری، فضل علی وقار، کشن شاد، میر انس، مشتاق مصطفی ابادی، نھونی لال وحشی، اویس بلگرامی، پروین بانو پروین، قدیم لکھنوی، قائم جعفری، قلندر بخش جرات، قاسم لکھنوی، قلی قطب شاہ، راجہ دھام دھمپت رائے،راجہ الفت رائے، رنگین، رواں، روش لکھنوی، رضی اکبر، ریحان اعظمی، رضا جائسی، صبا لکھنوی، صابر شکوہ آبادی، ثابت لکھنوی، سعید شہیدی، سالک نقوی، سردار لکھنوی، شاد عظیم ابادی، شدید لکھنوی، شاہ اکبر دہلوی، شان محمد ہاشم، شیخ ابراہیم ذوق، شائق لکھنوی، شاعر اجتہادی لکھنوی، شاعر قزلباش، شمیم امرہوی، شریف جائسی، سلطان نوگانوی، سید ماہر اجتہادی، سید مرزا تعشق، تبسم پہرسری، تجمل لکھنوی ،طیب کاظمی، واجد علی شاہ اختر، ذاخر لکھنوی، ذہین لکھنوی، ظہیر دہلوی، زاہد بخاری، ظہور جارچوی، ظہور پھلواروی، زائر سیتاپوری، ذکی، ذکی مراد ابادی، زماں امروہوی ،ضمیر اختر نقوی اور ضیا الدین ضیا شامل ہیں۔ مرثیے کے ایسے محققین اور ریسرچ اسکالر جو کلاسیکی مرثیوں پر تحقیقی کام کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے نایاب متون کی دستیابی کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔

ای مرثیہ پر صرف کلاسیکی شعرا کا کلام ہی نہیں، بہت سے جدید اور معاصر مرثیہ نگاروں کا کلام بھی دستیاب ہے جن میں آلِ رضا، عازم رضوی، عاصی کرنلی، عبدالرؤف عروج، عابد حشری، عابد جعفری، عادل مختار، عفیف سراج، افسر عباس زیدی، اغا سکندر مہدی، احسن شکارپوری، اختر آصف زیدی، اختر ہاشمی، اختر رضا زیدی، علی اکبر کاظمی، علی عرفان، علامہ جمیل مظہری، علامہ طالب جوہری، انیس ہلال، عارف امام، اسدالدین حیدر، اثر سلطان پوری، اسیر فیض آبادی، آصف رضا، اطہر جعفری، عظیم امروہوی، بیباک امروہوی، باقر حسن زیدی، ڈاکٹر ہلال نقوی، ڈاکٹر جاوید منظر، ڈاکٹر صفدر حسین، ڈاکٹر یاور عباس، فہیم امروہوی، فیض احمد فیض، فیض بھارت پوری، فرخ راجہ، فضل بوترابی، فضل فاتحپوری، حسن ابدی، حسن عسکری عظیم آبادی، ہوش عظیم آبادی، حسین اعظمی، حسین تاج رضوی، جمیل نقوی، خلیل بریلوی، پروفیسر حسنین مہدی، عازم رضوی، امیر امام حر، عزم جونپوری، اقبال کاظمی، عشرت آفرین، عشرت لکھنوی، جعفر عسکری جعفر، جوہر نظامی، جاوید حسن، جوہر نظامی، جوش ملیح آبادی، کیفی اعظمی، کیفی سنبھالی، قرار جونپوری، قرار نوری، کوثر الہ ابادی، کوثر کیرانوی، کوثر نقوی، کاوش الہ بادی، کاظم جمیلی، کاظم زیدی، خالد عرفان، خلش پیر اصحابی، خورشید اجتہادی، خواجہ رفیق انجم، ماجد رضا عابدی، منظور رائے پوری، مقبول حسین نیر، مسعود رضا خاکی، مظہر عباس رضوی، مہدی نظمی، میر مسرور، میر رضی میر، مولوی خیرات احمد، مرتضی اظہر رضوی، مصطفی جونپوری، مصطفی زیدی، مرتضی جونپوری، ندیم نقوی، نیساں اکبر آبادی، نقاش کاظمی، نسیم امروہوی، نصیر بنارسی، نصیر رضوی، ناشر نقوی، ناصر لکھنوی، نیر اسعدی، نظیر باقری، نذیر غازی پوری، ندیٰ الہندی، پروین رضوی، پیام اعظمی، پیر نصیر الدین، پروفیسر طاہر حسین، پروفیسر حسنین مہدی، پروفیسر منظر نقوی، پروفیسر قرار حسین، پروفیسر سحر انصاری، قیصر بارہوی، قمر حسنین، قسیم امروہوی، راز بجنوری، رئیس احمر، رئیس امروہوی، رفیق رضوی، راغب مراد آبادی، ریاض الونو گانوی، عبدالرؤف عروج، ڈاکٹر وحید اختر، مولانا صادق عباس عابدی، صبا اکبر آبادی، صادقین، صفدر ہمدانی، ساحر لکھنوی، ثمر لکھنوی، ساقی امروہوی، سردار نقوی، سرفراز ابد، سرور جاوید، صہبا اختر، شاداں دہلوی، شہاب کاظمی، شہید لکھنوی، شاہد نقوی، شاہد نقوی ایڈوکیٹ، شیدا احسن زیدی، شاعر حسین شاعر، شکیب ایاز، شوکت تھانوی، شہاب صفدر، سید علی حسنین زیبا، سید علی جاوید، سید محمد جعفری، تابش دہلوی، تصویر فاطمہ، امید فاضلی، استاد قمر جلالوی، وحید الحسن ہاشمی، وقار سبزواری، ید اللہ حیدر، یکتا امروہوی، یاور اعظمی، یوسف جائسی، زاہد فتح پوری، ظریف جبلپوری، اختر عثمان اور ظل صادق شامل ہیں۔

اسی ادارے فروغِ مرثیہ انٹرنیشنل کینیڈا کے زیرِ اہتمام سہ ماہی مجلہ "فروغِ مرثیہ" کا اجرا اگست 2020ء بہ مطابق محرم 1442 کینیڈا کی سرزمین سے ہوا۔ یہ مجلہ اصغر مہدی اشعر صاحب کی ادارت میں شائع ہوا۔ اصغر مہدی اشعر صاحب "فروغِ مرثیہ" کے پہلے شمارے کے اداریے میں اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل کینیڈا کے زیرِ اہتمام سہ ماہی " فروغِ مرثیہ " ---پچھلے پانچ سالوں میں ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ وہ تحریک جو مرثیے کے فروغ کی ضامن ہے۔ وہ تحریک جس کی ابتدا سرزمینِ کینیڈا سے ہوئی مگر جس کی جڑیں دنیا کے مختلف ممالک تک پھیل چکی ہیں جن میں پاکستان، ہندوستان، برطانیہ اور امریکہ قابلِ ذکر ہیں۔"(4)

جب بہ طور مقالہ نگار میں نے اصغر مہدی اشعر صاحب سے گوگل فارم کے ذریعے انٹرویو پر یہ سوال پوچھا کہ آپ سہ ماہی مجلہ " فروغِ مرثیہ " کے اجرا کا بنیادی محرک کیا سمجھتے ہیں؟ تو انھوں نے یوں جواب لکھا ہے:

"سہ ماہی فروغِ مرثیہ کا بنیادی محرک اس بات سے جڑا ہوا ہے کہ مرثیہ اُردو ادب کی ایک بڑی صنف ہے جس نے صدیوں تک ہماری تہذیب، زبان اور فکری روایات کو زندہ رکھا ہے مگر جدید دور میں مرثیے پر تحقیقی و تنقیدی مطالعہ اور اس کی اشاعت محدود ہوتی جارہی تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اس سہ ماہی (مجلے) کا آغاز ہوا۔"(5)

آغاز سے اب تک " فروغِ مرثیہ " کے 15 شمارے آچکے ہیں جن میں اداریہ، تحقیقی و تنقیدی مضامین، غیر مطبوعہ سلام اور مرثیے بہ طور خاص شامل کیے جاتے ہیں۔ اداریہ مجلے کے مدیر جناب اشعر مہدی تحریر کرتے ہیں جن میں مجلے کے اغراض و مقاصد، اہداف و محرکات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

ا۔ " فروغِ مرثیہ " کے اداریے

"'فروغِ مرثیہ " کے مدیر اصغر مہدی اشعر نے مجلے کے اداریوں میں اس بات پر خصوصی زور دیا ہے کہ اس مجلے کا اجرا تہذیبی و لسانی شناخت کی دریافت اور تحفظ کے پیشِ نظر کیا گیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مرثیہ اردو ادب کی ایسی صنف ہے جس نے صدیوں تک ہماری فکری تہذیب کو اظہار عطا کیا ہے اور اب جدید عہد میں اردو مرثیے کی اشاعت وقت کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جارہی ہے جسے محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے انھوں نے مجلے کا آغاز کیا ہے۔

انھوں نے پہلے شمارے کے اداریے میں واضح کیا ہے کہ " فروغِ مرثیہ " میں غیر مطبوعہ مرثیے عوام الناس تک پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ انھوں نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ صنفِ مرثیہ کے عہدِ حاضر کے بڑے محققین جن میں ڈاکٹر ہلال نقوی اور ڈاکٹر سید تقی عابدی شامل ہیں، اس مجلے کے معاونین میں سے ہیں اور ان کی مشاورت بھی شاملِ حال رہتی ہیں۔ انھوں نے فروغِ مرثیہ سے پہلے شائع ہونے والے ایسے مجلوں کا ذکر بھی کیا ہے جنھوں نے رثائی ادب کے فروغ

میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان مجلوں میں کتب نما، نیا سال، ادبی دنیا، شعائرِ عمل، حکیم الامت، رثائی ادب، جواہر اور القلم کے نام سرِ فہرست ہیں۔

اصغر مہدی اشعر نے اس اداریے میں ان عوامل کا بھی ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے کینیڈا میں اردو مرثیے کا فروغ ہو رہا ہے۔ ان کے مطابق 2002ء میں کینیڈا میں عالمی میر انیس سیمینار کا انعقاد ہوا جس میں مرثیے کے معروف محققین ڈاکٹر تقی عابدی، اطہر رضوی، اشفاق حسین، افتخار حیدر، شاہد ہاشمی، مشکور حسن، پروفیسر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر ڈیوڈ میتھوز، پروفیسر اکبر حیدری کشمیری، ڈاکٹر ہلال نقوی، پروفیسر مشکور حسین یاداور پروفیسر انیس اشفاق نے مقالات پیش کیے۔ مدیر نے کینیڈا کی سرزمین میں اردو کی آبیاری کے لیے جناب اشفاق حسین، جناب ضامن جعفری، جناب کلیم ظفر، جناب عابد جعفری، محترمہ شاہدہ حسن، جناب سلیمان شاہد اور وسیم امروہوی کی کوششوں کو سراہا ہے۔ انھوں نے اقبال حیدر کی کوششوں کو خصوصی طور پر بیان کیا ہے جنھوں شمالی کینیڈا میں مرثیے کو فروغ دیا اور اقبال کاظمی کے ادارے مرثیہ فاؤنڈیشن کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ہندوستان میں عون پرتاب گڑھی اور پاکستان میں فرحان رضا اور مرزا سیفی نے فروغِ مرثیہ کے لیے مضامین کا اہتمام کیا۔

مدیر نے دوسرے شمارے کے اداریے میں ان تمام احباب کی تحسین کی جن کی وجہ سے کینیڈا، امریکہ، ہندوستان اور پاکستان میں مجلے کو پسند کیا گیا جس سے مزید بہتر کام کرنے کے لیے حوصلہ ملا۔ مزید یہ منصوبہ بنایا گیا کہ اشاعت کراچی اور لکھنؤ میں بیک وقت ہو گی۔ دوسرے شمارے کے اداریے میں مرثیے سے جڑی تین اہم شخصیات کی وفات کی خبریں بھی شامل کی گئیں جن میں علامہ طالب جوہری (وفات: 21 جون 2020ء)، علامہ ضمیر اختر نقوی (وفات: 13 ستمبر 2020ء) اور ڈاکٹر عظیم امروہوی (وفات: 10 اکتوبر 2020ء) شامل ہیں۔ اس اداریے میں بتایا گیا ہے کہ بے مثال خطیب علامہ طالب جوہری رثائی ادب سے خاصی دلچسپی رکھتے تھے اور انھوں نے دو مرثیے بھی لکھے جنھیں فرحان رضا مرتب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ علامہ ضمیر نقوی کی کتابوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں ان کی کتاب "دبستانِ ناسخ" اور "اردو مرثیہ پاکستان میں" بہ طور خاص شامل ہیں۔ ضمیر نقوی مرثیہ خوانی بھی کرتے تھے۔ ڈاکٹر عظیم امروہوی نے شمیم امروہوی پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا اور وہ خود بھی شاعری کرتے تھے۔ ان کا شعری مجموعہ "حدیثِ غم" سلاموں اور نوحوں پر مشتمل ہے۔

تیسرے شمارے کے اداریے میں مدیر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ "فروغِ مرثیہ" میں غیر مطبوعہ مضامین اور کلام کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اس شمارے میں پانچ میں سے چار غیر مطبوعہ مرثیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں عدل، سایہ، کربلا کے پھول اور لذتِ مرگ شامل ہیں۔ مدیر نے ارتضیٰ عباس نقوی کے تنقیدی مضمون کو بھی سراہا ہے جو تیسرے شمارے میں

شامل کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ اس اداریے میں دو شخصیات کی وفات کی خبر بھی شائع کی گئی جن میں نصیر ترابی اور قسیم امروہوی شامل ہیں۔ بتایا گیا کہ نصیر ترابی اکثر مشاعروں کی نظامت کرتے۔ انھوں نے کتاب "شعریات" تحریر کی۔ قسیم امروہوی معروف شاعر نسیم امروہوی کے فرزند تھے۔ انھوں نے 1974ء پہلا مرثیہ "منشورِ بندگی" کہا۔

چوتھے شمارے میں مدیر نے ان احباب کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے مجلے کو لکھنؤ، دہلی، کشمیر، سیتاپور، بنارس، بمبئی اور پٹنہ تک پہنچایا۔، اسی طرح پاکستان بھر میں ڈاکٹر ہلال نقوی، ڈاکٹر رضا کاظمی، عقیل عباس جعفری، بشارت حسین، ریحان احمد، فرحان رضا، منہاج علی، علی اسود، شمیم حیدر سید، ڈاکٹر مظہر عباس رضوی اور محترمہ رومارضوی اور برطانیہ میں ذیشان زیدی کی معرفت مجلے کو فروغ ملا۔ چوتھے شمارے میں دس سلاموں کے ساتھ ساتھ تین غیر مطبوعہ بھی شائع کیے گئے۔ مدیر نے اس عرصے میں شائع ہونے والی چار اہم کتابوں کا تذکرہ بھی کیا جن میں ڈاکٹر ہلال نقوی کی مرتب کردہ "کلیاتِ جوش"، آصف اختر زیدی کی کتاب" دیوانِ حرفِ حق" اور ڈاکٹر عظیم امروہوی کی کتاب" مراثیِ نسیم جلد پنجم" اور چوتھی کتاب ریحان اعظمی کی کتاب "ریحانِ رثا" شامل ہیں۔ اس اداریے میں وفات پا جانے والے ادیبوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن میں نیر اسعدی، ریحان اعظمی، سرور جاوید اور احسن شکارپوری شامل ہیں۔

پانچویں شمارے کے اداریے میں مدیر نے خوشی کا اظہار کیا ہے کہ مجلے کی اشاعت میں ہر نئے شمارے کے ساتھ پڑھنے والوں میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔ انھوں نے نئے لکھاریوں کو سامنے لانے کی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ دوسری بات بہت اہم کی ہے کہ کتابوں کے سلسلے میں وصیت ضرور کرنی چاہیے تاکہ یہ کتابیں کسی لائبریری میں پہنچ جائیں یا کسی ادارے میں پہنچ جائیں کیوں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ علمی ذرائع اس وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں کہ لواحقین ان کتابوں کو سنبھال نہیں سکتے۔ چھٹے شمارے کے اداریے میں یہ خوش خبری سنائی گئی کہ دبیر کے مرثیے کی پہلی جلد پاکستان میں شائع ہو چکی ہے اور دوسری پر کام جاری ہے۔ اس شمارے میں تین غیر مطبوعہ مرثیے اور چھ مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ ساتویں شمارے میں چار غیر مطبوعہ مرثیے، دس سلام اور چار مضامین شائع کیے گئے۔ آٹھویں شمارے کے اداریے میں "فرہنگِ جوش" کے کراچی سے چھپنے کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ اس شمارے میں نو مضامین، تین غیر مطبوعہ مرثیے اور چھ کلام شامل کیے گئے۔ نویں شمارے میں دو غیر مطبوعہ مرثیے، چھ مضامین اور چھ سلام و منقبت شامل ہیں۔ اداریے میں بتایا گیا ہے کہ سید محمد جعفری کی کتاب "تقدیس" اور "دبیر کے مرثیے" کی دوسری جلد بھی شائع ہو چکی ہے۔ مزید یہ کہ مرثیوں کی ریکارڈنگ کی تکمیل کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

دسویں شمارے کے اداریے میں مدیر نے ان نشستوں کا تذکرہ کیا جن میں مرثیہ خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ مزید دو کتابوں "وحید سخن" جس میں ارتضیٰ عباس نقوی اور "خونِ شہیداں" جس میں عقیل عباس کی شراکت رہی، کا تذکرہ کیا گیا

ہے۔ گیارھویں شمارے کے اداریے میں بتایا گیا ہے کہ فروغِ مرثیہ انٹرنیشنل کینیڈا کے زیرِ اہتمام اختر آصف زیدی کی کتاب "کینیڈا اور امریکہ کے اردو مرثیہ نگار" شائع ہوئی۔ مدیر نے پروفیسر ضمیر حیدر کو ان کی کتاب "اردو مرثیے میں نعتیہ عناصر" اور ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی کتاب " قلم محوِ عبادت ہے" اور شہاب صفدر کی کتاب" نیازِ اشک" اور ارتضیٰ عباسی نقوی کی کتاب "مراثیِ ریاض" کی اشاعت پر مبارک باد پیش کی۔ بارھویں شمارے میں مدیر نے معروف مرثیہ خوان جناب سید جاوید حسن سے مفصل ملاقات اور ان سے تحت اللفظ خوانی کا حال تحریر کیا ہے۔ تیرھویں شمارے کے اداریے میں مدیر نے زائر حسین ثالثی کی مرتب کردہ کتاب "اجزائے مرثیہ کا موجد میر ضمیرؔ" کا تذکرہ کیا ہے جس میں سترہ مرثیے، چار سلام اور بارہ رباعیات شامل ہیں۔ چودھویں شمارے کے اداریے میں مدیر نے علی عرفان کے نوتصنیف مرثیے "نطق" اور عابد جعفری کے "کربلا" کا تذکرہ کیا ہے۔ مدیر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اب کتب بینی کا ذوق کم ہوتا جا رہا ہے۔ فروغِ مرثیہ کی بغیر کسی قیمت کے ترسیل کے ذریعے مطالعے کا ذوق و شوق دوبارہ پیدا کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے شارب ردولوی اور میر محمد خان کی وفات کا ذکر بھی کیا ہے۔

پندرھویں شمارے کے اداریے میں مدیر نے خوشی کا اظہار کیا ہے کہ فروغِ مرثیہ کی تحسین پاکستان، ہندوستان، امریکہ، کینیڈا، جرمنی اور دوبئی کے علاوہ دیگر ممالک میں جاری ہے اور اب یہ مجلہ دنیا کے کونے کونے میں صنفِ مرثیہ کے ذریعے اردو زبان سمجھنے اور بولنے والوں کو آپس جوڑ رہا ہے۔ انھوں نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ مجلے کے قارئین طرف سے گاہے گاہے مفید مشورے دستیاب ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف کلاسیکی ادب بلکہ جدید اردو ادب کے متون بھی معیاری صورت میں شائع ہو رہے ہیں۔ اس شمارے میں پانچ غیر مطبوعہ مرثیے، چھ سلام اور چھ مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

ب۔ "فروغِ مرثیہ" کے مضامین

1۔ سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کے پہلے شمارے میں چھ مضامین جن میں "مرثیے کی روایت" از دلکش غازی پوری، "کچھ باتیں زبان و قواعد کے بارے میں" از نسیم امروہوی، "موازنۂ انیس و دبیر (روایتی مخالفت) از شہاب کاظمی، "نسیم بھرت پوری کے غیر مطبوعہ مرثیے" از ارتضیٰ عباس نقوی، "علامہ طالب جوہری اور فروغِ مرثیہ" از فرحان رضا، "کینیڈا کے مرثیہ نگار" از عاشور کاظمی شامل ہیں۔

دلکش غازی پوری نے اپنے مضمون "مرثیے کی روایت" میں مرثیے کا تعلق حضرت آدم و حوا سے جوڑا ہے۔ ان کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ آدم و حوا پر پہلا غم تب پڑا جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا۔ اس کی خبر جب آدم و حوا کو لگی ہو گی تو وہ بہت روئے ہوں گے۔ اسی درد میں انھوں نے جو الفاظ زبان سے ادا کیے وہ تاریخ میں کہیں کہیں درج ملتے

ہیں اور انھی درد آمیز کلمات کو ہم مرثیہ کہہ سکتے ہیں۔ اگر ہم عرب کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہزارہا ہزار مرثیے مل جائیں گے جن میں شعرانے اپنوں کے غم کو بیان کیا ہے۔ یوں مرثیہ عربی سی فارسی اور فارسی سے اردو میں رائج ہوا۔ اگر ہم اپنی زبان میں مرثیوں کو دیکھیں تو مرثیے ابتدائی طور پر مثلث و مربع کی صورت میں لکھے گئے اور بعد میں مسدس کی صورت اختیار کر گئے۔ مرثیے کی تنقیدی روایت میں دیکھیں تو کئی ناقدین نے انیس اور دبیر پر بہت سارے اعتراضات بھی کیے ہیں ان معترضین میں خواجہ حسن فاروقی، کلیم الدین احمد اور پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کے نام سر فہرست ہیں۔ البتہ کچھ ناقدین نے انیس و دبیر کی تحسین کی جن میں جوش، جمیل، آل رضا، صبا، نجم و باقر، پیام اعظمی، میکش غازی پور، یاور عباس اور ناشر نقوی شامل ہیں۔

نسیم امروہوی نے اپنے مضمون "کچھ باتیں، زبان و قواعد کے بارے میں" میں لکھا ہے کہ "اردو کے موجودہ اخبار و رسائل میں فیصدی دس شعر بھی ایسے نہیں ہوتے جن کی ترکیبِ الفاظ صحیح ہو۔ جب لفظوں کی ترکیب بگڑ گئی تو مفہوم اور معنی کی توقع ہی فضول ہے"(6) انھوں نے اردو زبان کی مرتب زدہ قواعد کے مسائل بتائے ہیں۔ ان کے مطابق وہ طبقہ جو عربی زبان جانتا ہے عربی زبان کی قواعد کو ہی اردو پُر لاگو کر دیتا ہے اور جو طبقہ انگریزی زبان جانتا ہے وہ انگریزی زبان کی قواعد کو اردو پر لاگو کر دیتا ہے۔ یوں اردو کی اپنی معیاری قواعد نہیں بن سکی۔ اس طرح انھوں نے حروف، اسم اور اسم کی اقسام، اسمِ موصول، اسمِ اشارہ، اسمِ ذات وغیرہ کے حوالے سے مسائل کی نشان دہی کی ہے۔ ان مسائل کی بنیاد وہ غیر زبانوں کی تقلید سمجھتے ہیں۔

شہاب کاظمی نے اپنے مضمون "موازنہِ انیس و دبیر (روایتی مخالفت)" میں مولانا شبلی نعمانی کی کتاب کو اردو مرثیہ نگاری تنقید میں سنگِ میل قرار دیا ہے اور اس کی اہمیت و ضرورت کو بتایا ہے۔ مزید یہ کہ انھوں نے ڈاکٹر اسد اریب کی کتاب "مرثیہ کی سرگزشت" سے متعلق اپنے معروضات پیش کیے جن کا لبِ لباب یہ تھا کہ اسد اریب صاحب نے مرزا دبیر کی شاعری کی خصوصیات کو سامنے لانے اور انھیں انیس سے بڑا شاعر ثابت کرنے کے دلائل نہیں دیے بلکہ شبلی نعمانی پر ہی تنقید کو موضوع بنایا ہے۔

علامہ سید ارتضیٰ عباس نقوی نے اپنے مضمون "نسیم بھرت پوری کے غیر مطبوعہ مرثیے" میں نسیم کا تعارف لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کا شمار داغ دہلوی کے ممتاز ترین شاگردوں میں ہوتا ہے۔ ان کا نام سید شبر حسین جعفری تھا۔ انہوں نے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی اور ان کو مرثیے سے خاص دلچسپی تھی۔ ان کے اشعار سے پتہ لگتا تھا کہ میر انیس کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا کلام میں فصاحت بھی ہے اور بلاغت بھی تشبیہات اور استاد کا استعمال بڑی پرکاری سے کیا ہے ۔ مضمون نگار

کے مطابق نسیم کا دیوانِ غزلیات "ریاض نسیم" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ ان کے مرثیے نایاب ہیں اور سب ہی غیر مطبوعہ ہیں۔

فرحان رضا نے اپنے مضمون "علامہ طالب جوہری اور فروغِ مرثیہ" میں طالب جوہری صاحب کی ہمہ جہت شخصیت کو بیان کیا ہے اور ان کے رثائی خزانے کا ایک جائزہ پیش کیا ہے۔ طالب جوہری کا مرثیہ اول "وجودِ باری تعالیٰ" صبر بیکرں اور مرثیہ دوم "ہدایت" کے نام سے مجلہ رثائی ادب میں شائع ہوئے۔ مزید یہ کہ طالب جوہری نے جن رثائی کتابوں کے دیباچے یا تبصرے لکھے ہیں ان میں "النجم"، "مراثیِ فیض"، "سربکف"، "سرِ نینوا"، خوںناب"، جلتے خیمے"، والعصر"، لہولہو کہکشاں'، ارمغانِ جمیل"، "ردائے صبر"، "لبِ کوثر" "اسلوبِ تعزیت" اور ڈاکٹر ہلال نقوی کے تحریر کردہ مرثیے "الحمد" کے علاوہ بھی دیگر کئی کتابیں شامل ہیں۔

عاشور کاظمی نے اپنے مضمون "کینیڈا کے مرثیہ نگار شعرا" میں عابد جعفری کا تعارف، ان کے کلام کے مجموعوں اور مرثیوں کا ذکر کیا ہے۔ مضمون میں بتایا گیا ہے کہ عابد جعفری کی پہچان کے کئی حوالے ہیں۔ انھیں کینیڈا میں بہ طور افسانہ نگار، شاعر، صحافی اور مرثیہ نگار جانا جاتا ہے۔ انھوں نے مغربی دنیا میں اردو زبان و ادب کی ترویج میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ عابد جعفری کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ "سپنے جاگتی آنکھوں کے" کئی بین الاقوامی ایوارڈ حاصل کر چکا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق عابد جعفری اب تک آٹھ مرثیے کہہ چکے ہیں جن کے نام خراج عقیدت، قلم، سخن، آنسو، آگ، گریہ، تولد، علی ولی اللہ ہیں۔

2۔ سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے دوسرے شمارے میں کل آٹھ مضامین جن میں "مرزا دبیر شناسی اور نئے مرثیے کا اضافہ" از پروفیسر ناشر نقوی، "مانی جائسی کی رثائی شاعری" از لئیق رضوی، "اردو کے ضرب المثل مصرعے" از فرحان رضا، "ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین" از علی عرفان، "کرار جونپوری اور ان کی مرثیہ نگاری" از ڈاکٹر قمر عابدی، "منجھو صاحب سوز خوان" از سلامت رضوی، "عادل سیتا پوری اور ان کا ایک غیر مطبوعہ مرثیہ" از قاضی سید محمد اسد، "سیالکوٹ میں مجلس و مرثیہ کا تاریخی پس منظر" از پروفیسر سید ضمیر حیدر شامل ہیں۔

پروفیسر ناشر نقوی نے اپنے مضمون "مرزا دبیر شناسی اور نئے مرثیے کا اضافہ" میں مرزا دبیر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے مرثیوں کی تعداد رقم کی ہے۔ انھوں نے داکٹر تقی عابدی کی تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے مرزا دبیر کے مرثیوں کی تعداد 675 اور ثابت لکھنوی کی کتاب "حیاتِ دبیر" کے حوالے سے مرزا دبیر کے اشعار کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ تحریر کی ہے۔(7)۔ مزید یہ کہ پروفیسر صاحب نے لکھنو ان کے ان امام باڑوں کا ذکر بھی کیا ہے جن

میں مرزا دبیر مرثیے پڑھا کرتے تھے اور ان کے نئے مرثیے کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے جو حضرت علی اصغر کے حال میں حزنیہ اسلوب میں لکھا گیا ہے۔

لئیق رضوی نے اپنے مضمون "مانی جائسی کی رثائی شاعری" میں انھوں نے لکھا ہے کہ مانی جائسی کی تحریروں میں فنکارانہ جدتیں اور ادبی نیرنگیاں شامل ہیں۔ مانی جائسی کی ادبی شناخت کی بنیاد تو غزلیں اور نظمیں ہیں لیکن ان کی مذہبی شاعری بھی خوب ہے جس میں انہوں نے شہدائے کربلا کے غم میں نوحے اور مرثیے لکھے۔ وہ اپنے اشعار میں تشبیہ و استعارے کا استعمال کرتے تھے۔ مضمون نگار نے مانی جائسی کے کلام کی تدوین و اشاعت کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ فرحان رضا اپنے مضمون "اردو کے ضرب المثل مصرعے (رثائی ادب کی روشنی میں)" میں لکھتے ہیں کہ ایسے مصرعے جنھیں قبولِ عام کی سند حاصل ہے انہیں ضرب المثل کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر انیس کا یہ مصرعہ "جب احمدِ مرسل نہ رہے کون رہے گا" دراصل انیس کے اس بند سے حاصل کیا گیا ہے:

عالم میں جو تھے فیض کے دریا وہ کہاں ہیں	ہم سب سے جو تھے افضل و اعلیٰ وہ کہاں ہیں
جو نورِ خدا سے ہوئے پیدا وہ کہاں ہیں	پیدا ہوئی جن کے لیے دنیا وہ کہاں ہیں

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا

جب احمدِ مرسل نہ رہے کون رہے گا(8)

انیس کے مزید مصرعوں میں "انیس ٹھیس نہ لگے جائے آبگینوں کو"، "جب کربلا میں داخلہِ شاہِ دیں ہوا"، "شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے"، "جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے" اور اسی طرح مرزا دبیر کا مصرعہ "کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے"، "انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف نہیں ہے" یا "دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف نہیں ہے" لازم و ملزوم جیسی کیفیت کا بیان کرتے ہیں۔

علی عرفان صاحب اس مضمون "ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین" میں بیان کرتے ہیں کہ غیر مسلم شعراء نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب حسین کے کردار سے متاثر ہو کر مرثیے تحریر کیے جن میں چھنو لال دلگیر، جوش ملیسانی، عرش ملیسانی، کالی داس گپتا رضا، کشن پرشاد شاد، دلو رام کوثری، یوگندر پال صابر، روش پانی پتی، بنارس لال ورما، روپ کماری، کنور مہندر سنگھ بیدی سحر جیسے شعراء سرِ فہرست ہیں۔

ڈاکٹر قمر عابدی نے اپنے مضمون "کرار جونپوری اور ان کی مرثیہ نگاری" میں کرار جونپوری کا تعارف لکھتے ہوئے ان کے رثائی کلام کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق ان کا پہلا مرثیہ "نیند" ہے جو 1967ء میں شائع ہوا۔ مزید یہ کہ

کرار جونپوری نے اساتذہ کے کلام سے مصرعے لیے اور ان پر خوب صورت تضمینوں کا اہتمام کیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے مرثیوں میں فلسفیانہ افکار زیادہ ملتے ہیں۔

سلامت رضوی اپنے مضمون "منجھو صاحب سوز خوان" میں موسیقیت کو موضوع بناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ موسیقی کو اسلام میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ تاہم وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اسلام کے اندر ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو "محدود غنا" کو مستحسن سمجھتا ہے اور اس کی نسبت "لحنِ داؤدی" سے جوڑتا ہے۔ یوں وہ سوز خوانوں کو اسی زمرے میں رکھتے ہیں کیوں کہ وہ مرثیہ، سلام، نعت و منقبت پیش کرتے۔ مضمون نگار کے مطابق دہلی میں ایک معروف سوز خوان میر عبداللہ موسیقی کے استادوں میں شمار ہوتے تھے۔ گجرات میں بھی کربل کتھا اور مقاتل کی کتب سوز و گداز سے پڑھی جاتی تھیں۔ لکھنؤ کے سوزخوانوں میں حیدری خان اور میر علی عظیم بہت مشہور سوزخوں گزرے ہیں جن کو انشاء نے سلطنت اودھ کی "نتھ" سے تعبیر کیا۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ منجھو صاحب (اصل نام سید محمد حسین) چار سال تک ریاض کیا حتیٰ کہ انھیں دو گھنٹے کے ریاض کے بعد پسینہ آ جاتا۔ ان کے ماموں میر علی محمد نے چار سال کے بعد انھیں پاس بلایا اور مزید ایکسال ان پر محنت کی اور ان سے عہد لیا کہ صرف مدح، رسول اور آلِ رسول میں زبان کھولیں گے۔ مرزا محسن صاحب کے گھر میں سوزخوانی کی مجلس ہوتی تھی جس میں اچھے صاحب، قادر صاحب، میر زندے رضا صاحب اور دیگر سوزخوان مقابلے میں حصہ لیتے تھے۔ تین سال بعد منجھو صاحب کو استاد نے اس مجلس میں شرکت کی اجازت دی تو انھوں میر انیس کا یہ سلام پیش کرکے مجلس کو کامیاب بنالیا[9]

شبیہِ امامِ زماں کھینچتے ہیں
تصور میں تصویرِ جاں کھینچتے ہیں

قاضی سید محمد اسد نے اپنے مضمون "عادل سیتاپوری اور ان کا ایک غیر مطبوعہ مرثیہ" میں تحریر کیا ہے کہ انہیں شاعری نثر نگاری اور مصوری میں کمال درجے کا عبور حاصل تھا اور وہ اعلیٰ درجے کے مرثیہ نگار تھے۔ ان کی چند مشہور اور غیر مطبوعہ کتابیں تاریخِ سیتاپور، تخیلاتِ پاشاں، رثائی کلام، منظوم دینیات، اربابِ کمال قابل ذکر ہیں۔ اس مضمون کے ساتھ ان کا ایک مرثیہ "رسول خاک بہ سر کربلا میں آتے ہیں" بھی شامل کیا گیا ہے۔

پروفیسر سید ضمیر حیدر نے اپنے مضمون "سیالکوٹ میں مجالس مرثیہ کا تاریخی پس منظر" میں ان مرثیہ گو شعرا کا ذکر کیا ہے جو مجالس میں شریک ہوتے یا اپنے مرثیے پیش کیا کرتے تھے۔ ان شعرا میں سید ابوذر شہرت بلگرامی، نیر اسدی، اقبال کاظمی، ساجد رضوی، ساحر لکھنوی، امجد پرویز، اعجاز اعزائی، رحمان امجد مراد، خلیق ممتاز، زاہد بخاری، گلزار بخاری وغیرہ

شامل ہیں۔ مزید یہ کہ سیالکوٹ میں ساحر و ہلال اردو ادبی مرکز قائم کیا گیا جس میں مرثیہ خوانی کی مجالس کا سلسلہ جاری ہے۔

3۔ سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کے تیسرے شمارے میں چھ مضامین جن میں "آلِ محمدؐ کی پسندیدہ ذاکری" از سید عباس حیدر زیدی مضطر، "باقر حسن زیدی بھرت پوری کی مرثیہ گوئی" از ذیشان زیدی، "محبت شکارپوری کی مرثیہ نگاری" از ارتضیٰ عباس نقوی، "نسیم امروہوی کے مرثیوں کی جمالیات" از ڈاکٹر ریحان حسن، "مولوی سید چراغ علی رضوی سراج، دکن کے ایک نامور غیر معروف مرثیہ نگار" از علی عرفان، "مرزا غالب اور رثائی ادب" از فرحان رضا شامل ہیں۔

سید عباس حیدر زیدی مضطر نے اپنے مضمون "آلِ محمدؐ کی پسندیدہ ذاکری" میں یہ بات واضح کی ہے کہ لکھنو میں میر انیس کے خاندان سے محمد ہادی صاحب لائق اور مرزا دبیر کے خاندان سے مرزا محمد صادق صاحب کی مرثیہ خوانی کے ریکارڈ آل انڈیا ریڈیو کے ذخیرے میں محفوظ ہیں۔ مضمون نگار لکھتے ہیں کہ معروف مرثیہ قمر الحسن قمر نے انیس کا مرثیہ "جاتی ہے کس شکوہ سے رن میں خدا کی فوج" پیش کیا جسے بہت پسند کیا گیا۔ اس کے بعد لکھنو میں 1975ء میں بزمِ مرثیہ خوانی قائم ہوئی جس کے ممبران قمر کانپوری، حافظ علی صابر، سید خورشید ایڈوکیٹ، شہید لکھنوی، مولانا عبد الحسن کلیم، رفیع صاحب اور مضطر جونپوری شامل تھے۔

ذیشان زیدی نے اپنے مضمون "باقر حسن زیدی بھرت پوری کی مرثیہ گوئی" میں باقر زیدی کا مفصل تعارف تحریر کیا ہے اور ان کے چودہ مرثیوں کی فہرست، تعداد بند اور موضوع کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ مضمون نگار نے باقر زیدی کے حوالے سے علامہ عقیل الغروی کی رائے یوں پیش کی ہے:

> "وہ تقریباً گزشتہ ربع صدی سے امریکہ میں اردو شاعری کی جلا وطن حکومت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔ میرے مطالعہ اور تجزیہ کی حد تک اس وقت شمالی امریکہ میں مقیم اردو کے مہاجر شعرا میں جناب باقر زیدی "شاعری کی بے لوث حقیقت" کے سب سے بڑے امانتدار ہیں۔ وہ فکری و فنی زاویوں سے اپنے معاصر شعرا پر نمایاں سبقت اور فوقیت رکھتے ہیں۔"(10)

ارتضیٰ عباس نقوی نے اپنے مضمون "محبت شکارپوری کی مرثیہ نگاری" میں ان کا تعارف پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے اکثر مرثیے غیر مطبوعہ ہیں۔ اس مضمون میں محبت شکارپوری کے 7 مرثیوں کی فہرست بھی دی گئی ہے اور ان کے موضوعات بھی رقم کیے گئے ہیں۔ ان کی زود گوئی کا یہ عالم رہا کہ ان کے اکثر مرثیے کم و بیش ڈیڑھ سو بندوں پر مشتمل ہیں۔ ڈاکٹر ریحان حسن نے اپنے مضمون "نسیم امروہوی کے مرثیوں کی جمالیات" میں بام گارٹن کے نظریہ جمالیات کی روشنی میں نسیم امرہووی کے مرثیوں میں جمالیاتی عناصر تلاش کیے ہیں۔ مضمونگار نے واضح کیا ہے کہ حُسن صرف صورت

کی خوب صورتی کا نام ہے جبکہ جمال میں جسم کے ساتھ روح یعنی سیرت کی خوبصورتی بھی شامل ہے۔اس طرح نسیم امروہوی کے مرثیوں میں جن شخصیات کا تذکرہ ہے وہاں صرف ان کے ظاہری جسم کی خوبصورتی ہی بیان نہیں ہوئی بلکہ ساتھ ساتھ ان کی سیرت، اخلاق، اخلاص اور ایک مثالی پیکر کے طور پر انھیں سامنے لایا گیا۔ علی عرفان نے اپنے مضمون "مولوی سید چراغ علی رضوی سراج، دکن کے ایک نامور غیر معروف مرثیہ نگار" میں سید چراغ علی کا تعارف بیان کرتے ہوئے ان کی ایک کتاب "چراغِ ماتم" کا تذکرہ کیا ہے جس میں 3 سلام، 5 مرثیے، 6 نوحے اور ایک نظم بہ عنوان: ساقی کا ماتم" شامل ہیں۔

فرحان رضا نے اپنے مضمون "مرزا غالب اور رثائی ادب" میں غالب کے مرثیے کے لکھے گئے 3 بندوں کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے امجد سندیلوی کو دیے تھے۔ مضمون نگار نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ غالب نے مجتہد العصر سید محمد صاحب کے کہنے پر مرثیہ لکھا لیکن 3 بندوں کے بعد ان سے لکھا نہ گیا اور انھوں نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ یہ میدان مرزا دبیر کا ہے۔ مضمون نگار کے خیال میں جمیل مظہری، اجتبیٰ رضوی اور پرویز شاہدی کے مرثیوں پر غالب کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔

4۔سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کے چوتھے شمارے میں بارہ مضامین جن میں "شاگردِ دبیر صغیر سونوی کے غیر مطبوعہ مراثی" از مضطر جونپوری، "شہاب صفدر کی عزائیہ شاعری" از ڈاکٹر محمد رضا کاظمی، "مرزا دبیر اور انسانی نفسیات" از عباس رضا نیر، "غیر مطبوعہ مرثیہ و تعارف" از ارم اقبال نقوی، " باقر امانت خانی ایک یادداشت" از ڈاکٹر ہلال نقوی، "گلزارِ فصیح" از سید حسنین عابدی، "اختر آصف زیدی کا مرثیہ: سایہ" از ڈاکٹر قمر عابدی، "ڈاکٹر ہلال نقوی کا پہلا شائع شدہ مرثیہ" از سید ضمیر حیدر، "فروغِ مرثیہ یعنی ارتقائے اردو ادب" از سید دُرالحسن رضوی، "میر تقی میر کی مرثیہ نگاری " از علی عرفان، "ریحان اعظمی اور مرثیہ گوئی: ایک مختصر مطالعہ" از فرحان رضا، "فروغِ مرثیہ "دوسرا شمارہ ایک مطالعہ" از سید عابد نظر شامل ہیں۔

مضطر جونپوری نے اپنے مضمون "شاگردِ دبیر صغیر سونوی کے غیر مطبوعہ مراثی" میں انھیں ایک گمنام شاعر قرار دیا ہے۔ وہ ان کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ ان کا تعلق کجگاؤں سے تھا جہاں کرار جونپوری رہتے تھے۔ مضمون نگار کے مطابق صغیر سونوی کے کم و بیش دس جلدوں پر سو سے زائد مرثیے ہیں جن میں سے چالیس کی فہرست مضمون میں دی گئی ہے۔ مضمون نگار نے صغیر سونوی کے ایک مرثیے کچھ بند بھی نقل کیے ہیں جس کا مطلع یہ ہے: "کانِ عقیق لطفِ الٰہی حسین ہے" ڈاکٹر محمد رضا کاظمی نے اپنے مضمون "شہاب صفدر کی عزائیہ شاعری" میں ان کے بصری پیکر تراشی کو موضوع بنایا

ہے۔ مزید یہ کہ مضمون نگار نے شاعر کی اس وصف کو واضح کیا ہے جس کی بدولت وہ حضرت علی اصغر کے مرثیے لکھتے ہیں، ان کے نزدیک وہ وصف حقوقِ انسانی کی علامت کو پالینا ہے۔

عباس رضا نیر نے اپنے مضمون "مرزا دبیر اور انسانی نفسیات" میں ایک خاص مرثیے "بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے" کا تجزیہ انسانی نفسیات کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ شاعر نے بہت مہارت سے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ بانو کے شیر خوار یعنی چھ ماہ کے حضرت علی اصغر کی وجہ سے ان کی ماں، بہن، باپ، بھائی، چچا اور پھوپھی سب ہی بے چین اور بے قرار دکھائی دیتے ہیں۔ مرزا دبیر نے موت سے قبل کی جو کیفیات بیان کی ہیں ان کا مشاہدہ بہت گہرا دکھائی دیتا ہے اور انسان کی نفسیاتی کشمکش کے لیے ایک عجیب اور دکھ دینے والا تجربہ نظر آتا ہے۔ ایسی کیفیات درج ذیل بند میں دیکھی جا سکتی ہیں

فریاد یا علی میں کدھر جاؤں یا علی　　　ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علی

کس طرح ان کی سانسوں کو ٹھہراؤں یا علی　　　پانی کا قحط ہے، میں کہاں پاؤں یا علی

پچھلے کو آنکھ کھولی تھی، اب کھولتے نہیں

روتے نہیں، ہمکتے نہیں، بولتے نہیں

مضمون "غیر مطبوعہ مرثیہ و تعارف" میں ارم اقبال نقوی نے اپنے تعارف کے ساتھ اپنا ایک غیر مطبوعہ مرثیہ بھی پیش کیا ہے۔ ارم اقبال راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ انھوں نے شاعری میں پروفیسر شبیہ حیدر اور ڈاکٹر ہلال نقوی سے اصلاح لی ہے۔ حضرت علی کے حال میں ان کا غیر مطبوعہ مرثیہ بہ عنوان "علم نقارہ ہے پازیب کی جھنکار نہیں" بھی شامل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ہلال نقوی نے اپنے مضمون "باقر امانت خانی ایک یاداشت" میں باقر امانت خانی سے اپنے تعلق کی نوعیت کو واضح کیا ہے۔ انھوں نے مزید لکھا کہ باقر امانت خانی نے انھیں اپنے غیر مطبوعہ مرثیے عطا کیے جن میں سے پانچ مرثیے "امانتِ غم" کے نام سے شائع ہوا۔ انھوں نے اس یاداشت کو بھی تحریر کیا ہے کہ باقر امانت خانی کے پوتے شاہ نواز امانت خانی نے اپنے دادا کا سارا کلام محفوظ کیا ہوا ہے۔

سید حسنین عابدی نے اپنے مضمون "گلزارِ فصیح" میں سید ارتضیٰ نقوی کی کتاب "گلزارِ فصیح" کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے کیوں کی اس کتاب کو تحقیقی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں 40 مطبوعہ اور 4 غیر مطبوعہ مرثیوں کے علاوہ 31 مطبوعہ اور 10 غیر مطبوعہ سلام شامل کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر قمر عابدی نے اپنے مضمون "اختر آصف زیدی کا مرثیہ: سایہ" میں مرثیے کے قدیم سے جدید طرز اپنانے کو بیان کیا گیا ہے۔ مضمون نگار نے شاعر کی جدت پسندی اور اچھوتے

موضوعات کی داد دی ہے۔ سائے کے لوازمات کو بیان کرتے ہوئے روشنی، ٹیکنالوجی اور آلہِ عکس یعنی کیمرے وغیرہ کو موضوع بنانا بالکل نیا تجربہ کہا جا سکتا ہے۔ اس مرثیے میں مسدس کا تیسرا مصرعہ باقی مصرعوں کا ہم قافیہ وہم ردیف نہیں ہے۔ یہ تجربہ ان کے علاوہ بھی کئی شعرا نے کیا ہے۔

سید ضمیر حیدر نے اپنے مضمون "ڈاکٹر ہلال نقوی کا پہلا شائع شدہ مرثیہ " میں ہلال نقوی کے مرثیے کا تجزیہ پیش کیا ہے جس کا پہلا مصرع یوں ہے: "راہِ عمل میں نور بداماں ہے زندگی"۔ ہلال نقوی نے اس مرثیے میں زندگی کے وسیع تر مفہوم کو واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ بند دیکھیے:

گل میں، کلی میں، خار میں، غنچے میں، باغ میں شعلے میں، لو میں، برق میں، رو میں، چراغ میں
تن میں، بدن میں، آنکھ میں، دل میں، دماغ میں مے میں، صراحیوں میں، سبو میں، ایاغ میں
طوفاں بدوش بحر میں، دریا میں، نہر میں
بادل کی گھن گرج میں، سمندر کی لہر میں (11)

سید دُرالحسن رضوی نے اپنے مضمون "فروغِ مرثیہ یعنی ارتقائے اردو ادب" میں مجلہ فروغِ مرثیہ کے دوسرے شمارے کا جائزہ لیا ہے۔ مصنون نگار نے تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ مرثیوں، سلاموں اور تنقیدی مضامین کے حوالے سے اپنی رائے پیش کی ہے اور اردو ادب کے فروغ میں مجلے کے کردار کو سراہا ہے۔ علی عرفان نے اپنے مضمون "میر تقی میر کی مرثیہ نگاری" میں خدائے سخن میر تقی میر کا تعارف لکھتے ہوئے ڈاکٹر مسیح الزمان کی کتاب "مراثیِ میر" میں 34 مرثیوں کا ذکر کیا ہے۔ میر کے اکثر مرثیے مربع ہیّت میں البتہ چند ایک مسدس کی شکل میں ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق میر کے مرثیوں میں عقیدت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

فرحان رضا نے اپنے مضمون "ریحان اعظمی اور مرثیہ گوئی: ایک مختصر مطالعہ" میں ریحان اعظمی کی نوحہ نگاری کے ساتھ مرثیہ نگاری کو بھی اہم قرار دیا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق اب تو ریحان اعظمی کے مرثیوں کے دو مجموعے سامنے آ چکے ہیں۔ پہلا مجموعہ نوائے منبر (چار رمرثیے) اور دوسرا مجموعہ "ریحانِ رثا" (آٹھ مرثیے) کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ تاہم ریحان اعظمی کے کل مرثیے کم و بیش بیس ہیں۔ سید عابد نظر نے اپنے مضمون "فروغِ مرثیہ "دوسرا شمارہ ایک مطالعہ" میں مجلہ "فروغِ مرثیہ" کے مشمولات کا جائزہ لیا ہے اور تمام مندرجات پر اپنی رائے دی ہے اور اردو زبان و ادب کے فروغ میں اس مجلے کے کردار کو سراہا ہے۔

5۔ سہ ماہی مجلے " فروغ مرثیہ " کے پانچویں شمارے میں آٹھ مضامین جن میں "رضا سرسوی بھائی شاعر یا اخلاقی قدروں کے امین" از عابد حسین حیدری، "ڈاکٹر صفدر حسین کی مرثیہ نگاری" از ذیشان زیدی، "ڈاکٹر ہلال نقوی کی مرثیہ نگاری

کے پچاس سال" از اصغر مہدی اشعر، "مرثیہ بعنوانِ مرثیہ" از ڈاکٹر مظہر عباس رضوی، "ہلالِ ادب کا ماہ کامل" از سید جاوید حسن، "اوج یعقوبی کی مرثیہ نگاری" از علی عرفان، "جدید نوحے کے ایک معمار انیس پھرسری" از اکبر حسن جعفری، "مولانا حسن امداد سے ایک انٹرویو" از عباس نقوی شامل ہیں۔

عابد حسین حیدری اپنے مضمون "رضا سرسوی بھائی شاعر یا اخلاقی قدروں کے امین" میں رضا سرسوی کو شاعر اہل بیت قرار دیتے ہیں۔ یہ مضمون رضا سرسوی کی کتاب "بھائی" کے لیے تحریر کیا گیا تھا جو "فروغِ مرثیہ" میں بھی شائع ہوا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق رضا سرسوی میں محبت و خلوص اور درگزر کرنے کی خصوصیات موجود تھیں۔ رضا سرسوی کی شاعری میں عقیدت کے جذبات بھرپور تھے اس لیے انہیں جذبات کا شاعر بھی کہا گیا ہے۔ رضا سرسوی نے اپنی شعری کتاب "ماں" سے عالمی شہرت حاصل کی جس میں انہوں نے باپ، بہن، مادر مہربان، بیٹی، سایہ بے سایہ، ماں، عزاداری اور وسیلہ حیات جیسے رشتوں سے نئی نسل کو ان اقدار سے متعارف کرایا۔

ذیشان زیدی اپنے مضمون "ڈاکٹر صفدر حسین کی مرثیہ نگاری" میں ان کی قابلیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں مرثیے میں ایجادِ معنی اور ایزادِ مطالب پر عبور حاصل تھا۔ ڈاکٹر صفدر حسین کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے "لبِ فرات" ان کے پانچ جدید مرثیوں کا مجموعہ ہے۔ ان مرثیوں میں آئینِ وفا، علمدار کربلا، جلوہ تہذیب، چراغ مصطفوی اور مقام شبیری شامل ہیں۔ انھوں نے مرثیے کی تنقید میں کئی کتابیں لکھیں جن میں "تاریخ مرثیہ نگاری"، "رزم نگارانِ کربلا"، "مرثیہ بعدِ انیس" اور "کارنامہ انیس" قابل ذکر ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق حفیظ جالندھری نے ان کے مرثیے آئینِ وفا کے بارے میں کہا تھا: "میری رائے یہ ہے کہ وہ دل سنگ و آہن سے بھی سخت تر ہو گا جو صفدر صاحب کے نظم فرمودہ جذبات سے متاثر نہ ہو"۔ (12)

اصغر مہدی اشعر اپنے مضمون "ڈاکٹر ہلال نقوی کی مرثیہ نگاری کے پچاس سال" میں بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ہلال نقوی کا پہلا جدید انقلابی مرثیہ "مقتل و مشعل" ہے اور اس کے علاوہ مرثیے جراتِ اخلاق، سرِ مقتل، پیامِ حق، جراتِ اظہار، زندگی اور عظمت زندگی، انقلابِ فکر و عمل، اعلانِ امر حق، روحِ عصر، الحمد، ہاتھ، چراغ، آواز، حُر اور طاقت بھی قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر ہلال نقوی اُردو تحقیق و ترتیب و تدوین میں ایک مشہور و معروف نام ہیں انھوں نے جمیل مظہری کے مرثیے، بیسویں صدی اور جدید مرثیہ، انتقادیاتِ جوش، رثائی ادب بالخصوص اس کا انیس نمبر اور دبیر نمبر جیسی مشہور کتابیں لکھ کر اردو رثائی ادب کی دنیا کو ثروت مند کیا ہے۔ ڈاکٹر ہلال نقوی کے مرثیوں کی بنیادی خصوصیت فکر و عمل سے آنے والی نسلوں کی کردار سازی ہے۔

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی اپنے مضمون "مرثیہ بعنوان مرثیہ" میں مرثیے کی ساخت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قدیم مرثیے میں براہِ راست موضوع تجویز نہیں کیا جاتا تھا بلکہ کسی بھی شخصیت کو عنوان بنا کر مرثیے لکھے جاتے تھے۔ قدیم مرثیے کے لوازمات میں چہرہ، سراپا، ساقی نامہ، تلوار کی تعریف، گھوڑے کی تعریف، رخصت، رجز، آمد شہادت اور بین شامل تھے جبکہ جدید مرثیے میں ان لوازمات کی پابندی نہیں کی گئی۔ مرزا اوج، شاد عظیم آبادی، بہار حسین آبادی اور دلو رام کوثری جیسے شعرا نے جدید مرثیے کی بنیاد رکھی اور جدید مرثیے کے معماروں میں جوش ملیح آبادی، نسیم امروہوی، راجہ صاحب محمود آباد، سید آل رضا، نجم آفندی، ڈاکٹر ہلال نقوی اور علامہ جمیل مظہری جیسے شعرا شامل ہیں۔

سید جاوید حسن اپنے مضمون "ہلالِ ادب کا ماہ کامل" میں ہلال کی شخصیت و تعارف بیان کرتے ہوئے ان کے مزاج کے بارے میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ہلال نقوی حد درجہ خلیق، روادار، صلح پسند اور مصلحت پسند شخص ہیں۔ڈاکٹر صاحب کا ایک ادبی کارنامہ "کلیات جوش" ہے جس پر داد دینے والوں میں جناب تابش دہلوی، جناب جمیل الدین عالی، پروفیسر ممتاز حسین، کیفی اعظمی،، فرمان فتح پوری، محسن احسان، پروفیسر مجتبی حسین، عصمت چغتائی، علی سردار جعفری، ڈاکٹر احسن فاروقی، شان الحق حقی، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، سلیم احمد، فیض احمد فیض، ڈاکٹر بدر الحسن، پروفیسر سحر انصاری شامل ہیں اور فیض مکالے کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیسویں صدی کی مرثیہ گوئی پر اتنا اچھا اور اچھوتا مقالہ ہلال نقوی کے گہرے مطالعے اور ان کی ذہانت کی دلیل ہے۔۔ڈاکٹر ہلال نے پہلا مرثیہ 1970 میں" مقتل و مشعل" کہا اور اب تک 30 سے زیادہ مرثیے کہہ چکے ہیں۔

علی عرفان اپنے مضمون "اوج یعقوبی کی مرثیہ نگاری" میں اوج کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کی شہرت کو بیان کرتے ہیں کہ غزل کی دنیا میں وہ ایک مقبول نام رہا۔ ان کے کمالِ فن کی وجہ سے ان کو حکومت کی طرف سے انھیں "ملک الشعراء" کے خطاب سے نوازا گیا اور ان کے دو شعری مجموعے "گرفتِ نظر" اور "غنچۂ لب بستہ" ان کی حیات میں شائع ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے دو شاگردوں محمد علی زیرک اور غلام محمد اطہر شرفی نے "اوجِ عرش" کتاب ترتیب دی. اوج کے صرف دو مرثیے اوج عرش میں شائع ہوئے اور اوج عرش کے مقدمے میں ڈاکٹر مغنی تبسم لکھتے ہیں:

"اپنے مرثیوں اور سلاموں میں جابجا بڑی خوبی کے ساتھ انہوں نے فلسفہ شہادت کے رخ کو نمایاں کیا ہے"(13)

اکبر حسن جعفری اپنے مضمون "انیس پہر سری جدید نوحے کے ایک معمار میں" میں انیس پہر سری کو نوحے کو وسعت دینے والے اور جدیدیت بخشنے والے نوحہ نگاروں میں شمار کرتے ہیں۔اس قبیل کے چند دیگر شعرا میں ریحان اعظمی

، متن دہلوی اور شوکت بلگرامی کو بھی بہت شہرت حاصل رہی۔ ریحان اعظمی لکھتے ہیں کہ انیس پہر سری کے کہنے پر پہلا نوحہ لکھا اور ایسا نوحہ لکھا کہ خود انیس کے ہم عصر نوحہ نگار حیران ہو کر رہ گئے۔

عباس نقوی اپنے مضمون "عالم و شاعر ممتاز الفضل مولانا حسن امداد اعلی اللہ مقامہ کی زندگی کا پہلا انٹرویو" میں ان کا تعارف بیان کرتے ہیں اور اور ان کے مطابق وہ عربی اور فارسی عالم تھے جنھوں نے 20 سے زائد عربی اور فارسی کتب کا ترجمہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو شاعری کا ذوق بھی تھا اور بہت ساری نظمیں کہیں اور ان کا مجموعہ کلام "لواءالحمد" 1994ء میں شائع ہوا۔ عباس نقوی نے مولانا حسن امداد کا پہلا انٹرویو 2002ء میں لیا جس میں انہوں نے ان سے بہت سارے ادبی اور اسلامی سوالات پوچھے جو اس مضمون کی زینت ہیں۔

6۔ "فروغِ مرثیہ" کے چھٹے شمارے میں پانچ مضامین جن میں "اردو مرثیہ اور شمالی ہندوستان" از ناشر نقوی، "مضطر جونپوری کی رثائی شاعری" از سید عابد نذر، "ڈاکٹر نسیم الظفر کے رثائی وژن کا منفرد آہنگ" از عابد حسین حیدری، "بنگال میں عوامی مرثیہ" از لئیق رضوی، "قصبہ شکار پوری کے مرثیہ نگار" از ضمیر حیدر شامل ہیں۔ یہ شمارہ نومبر 2021ء میں شائع ہوا ہے۔

ناشر نقوی نے اپنے مضمون "اردو مرثیہ اور شمالی ہندوستان" میں مرثیہ کی منفرد تعریف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے مطابق "کسی برگزیدہ شخصیت کے وصال کے بعد اس کے صالح اور قابلِ تقلید کردار اور پیغام کی منظوم تشہیر و تبلیغ کو مرثیہ کہتے ہیں"(14)۔ مضمون نگار کا خیال ہے کہ ویسے تو شمالی ہندوستان میں کئی ایسے علاقے ہیں جہاں رثائی ادب کی روایت زیادہ نہیں ملتی جیسے کہ جموں کشمیر، ہریانہ، راجستھان، پنجاب اور اتراکھنڈ لیکن دو علاقوں دہلی اور اتر پردیش میں یہ روایت بہت مستحکم رہی ہے۔ دہلی میں مرثیے کی روایت سترھویں صدی کے آخر سے تسلیم کی جاتی ہے اور ابتدائی دور میں روشن علی، مصطفیٰ خان یک رنگ، قربان علی، خواجہ برہان الدین، کلیم، شاہ مبارک اور خادم معروف شاعر گزرے ہیں۔ ان کی تحقیق کے مطابق دہلی میں پہلا اردو مرثیہ روشن علی کا "عاشور نامہ" تصور کیا جاتا ہے۔ یہ مرثیہ مثنوی کی ہئیت میں تین ہزار پانچ سو چوالیس اشعار پر مشتمل تھا۔ دہلی میں دوسرے دور کے شعرا میں میر محمد مہدی مسکین دہلوی، حزیں دہلوی، غمگین دہلوی تین بھائی تھے اور مرثیہ نگاری میں معروف تھے۔ فضل علی فضلی نے روضۃ الشہدا کا اردو ترجمہ "کربل کتھا" کے نام سے تحریر کیا۔ میر سودا کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے مرثیے کو اردو شاعری کی باقاعدہ صنف بنانے کے لیے مرثیے پر تنقید کا سلسلہ شروع کیا اور خود بھی 72 کے قریب مرثیے لکھے۔ سودا کے بعد میر تقی میر نے مرثیے لکھے۔ میر حسن کے زمانے میں گمان دہلوی، ندیم دہلوی، آبرو، شرف، سراج اور میر امانی نے مرثیہ کہا۔ اس کے بعد سلسلہ دہلی سے لکھنو کی طرف منتقل ہو گیا جاں خلیق و ضمیر کے بعد انیس و دبیر ان کے شاگردوں نے مرثیے کی آبیاری کی۔ یوں

اودھ کے مرثیہ نگاروں کی روایت آل، رضا، مہذب لکھنوی، جعفر علی خاں، مئودب لکھنوی، روپ کماری، گوہر دبیری، قمر جلالی، پیام اعظمی اور امید فاضلی کے نام معروف ہیں۔

سید عابد نذر نے اپنے مضمون "مضطر جونپوری کی رثائی شاعری" میں ان کے مجموعے "جہادِ کربلا" کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی مرثیہ نگاری کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کی مرثیے کی خوانندگی کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق مضطر جونپوری مرثیے کی روایت سے اچھی طرح واقف تھے اس لیے ان کے مرثیوں میں توانائی بھی ہے اور اثر بھی، روانی بھی ہے اور صفائی بھی۔ ان کے مرثیے قدیم و جدید طرز کا حسین امتزاج پیش کرتے ہیں۔ اسی لیے ناشر نقوی نے ان کے حوالے سے ایک مضمون "مضطر جونپوری کے مراثی میں روایت وجدت کا امتزاج" بھی تحریر کیا۔

عابد حسین حیدری اپنے مضمون "ڈاکٹر نسیم الظفر کے رثائی ویژن کا منفرد آہنگ" میں بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نسیم الظفر نے ایک منفرد انداز میں مرثیوں کے ساتھ ساتھ غزل، سلام، رباعی، نوحہ، نظم، قطعہ، جیسی اصناف کو مشق سخن بنایااور ان کا ایک مجموعہ سلام "اک نقطہ مسکرا دیا" منظر عام پر آیا۔ اسی کی دہائی میں جب انجمنوں کے تحت ہندوستان میں مسدس پڑھنے کا چلن ہوا تو اس میں ساحل سرسوی، ڈاکٹر نسیم الظفر اور نیر سرسوی کو بڑے شوق سے سنا جاتا تھا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر نسیم الظفر کے کچھ مرثیوں کو تفصیلی بیان کیا گیا ہے جن میں "آدمی" "انا" "صبر" "علم" اور "چودہ محمد" سرفہرست ہیں

لئیق رضوی اپنے مضمون "بنگال میں عوامی مرثیہ" میں مرثیے کی تاریخی روایت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ روایت جتنی قدیم ہے اتنی ہی وسیع اور رنگا رنگ ہے۔ اس میں تخلیقی اظہار کے کئی نمونے ملتے ہیں۔ مرثیوں کی روایت میں علاقے کے ساتھ ساتھ نام رنگ و آہنگ اور انداز جتنے ہی بدل جائیں لیکن ان میں کیفیت اور شدت بالکل ایک جیسی رہتی ہے۔ مضمون نگار کے مطابق بنگال سے عوامی مرثیوں کا تعلق ہے جس میں کئی رنگ روپ ملتے ہیں اس میں سب سے بنیادی اہمیت رکھنے والا "جاری گان" ہے اور اس کے علاوہ سلطان علاؤ الدین حسین شاہ کی دیہاتی گیتوں کی ایک قدیم کتاب "پوتھی" کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو "جاری گان" کا وسیلہ بنتی ہے۔ ان کو عوامی حلقوں میں "محرم پوتھی" یا "محرم گاتھا" کے نام سے پکارا جاتا ہے اور ان کا مذہبی شاعری کا مجموعہ "اسلامی کوبیتا" کے عنوان سے ڈھاکہ سے شائع ہو چکا ہے۔ بنگال کہ لوگوں کی زبان بنگلہ ہے لیکن مہاجرین سوداگروں اور مبلغوں کی وجہ سے وہاں سے عربی اور فارسی اور اس کے ساتھ اردو بھی بولی جانے لگی۔

ضمیر حیدر اپنے مضمون "مزمل حسین شکارپوری اور ان کی مرثیہ نگاری" میں مزمل حسین ضیا کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ ڈاکٹر ہلال نقوی کی کتاب "بیسویں صدی اور جدید مرثیہ" میں مزمل حسین ضیا کا نام ملتا ہے مزمل حسین کی کتاب "محور" بھی شائع ہوئی اور اس کے علاوہ ان کا ایک اور مجموعہ کلام "طوفانِ غم" کے نام سے 1966ء میں شائع ہوا۔

7۔ "فروغِ مرثیہ" کے ساتویں شمارے میں چار مضامین جن میں "میر ضمیر کے مرثیوں میں اجزائے ترکیبی" از زائر حسین، "استادِ میر تقی میر میر سعادت علی سعادت" از پروفیسر منظر عباس نقوی، "جدید مرثیے اور میر انیس پر اعتراض" از عادل مختار اور "شگفتہ بیانوں کی اشک فشانی" از ڈاکٹر مظہر عباس رضوی، شامل ہیں۔ یہ شمارہ فروری 2022ء میں شائع ہوا ہے۔

زائر حسین اپنے مضمون "میر ضمیر کے مرثیوں میں اجزائے ترکیبی" میں مرثیے کی مختلف نظریات سے تعریفیں بیان کرتے ہیں اور اس کی روایت پر نظر ڈالتے ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق اردو میں مختلف افراد کی موت پر جو مرثیے لکھے جاتے ہیں وہ شخصی میں مرثیے کہلاتے ہیں مثال کے طور پہ حالی کا مرثیہ مرثیہ غالب اور اقبال کا مرثیہ داغ اور اسی طرح فارسی میں شیخ سعدی نے "معتصم باللہ" اور عربی میں رقاشی نے "جعفر برمکی" کا مرثیہ لکھا۔ جب سے شاعری کا آغاز ہوا ہے تب سے یہ مرثیہ نگاری کی ابتدا ہوئی ہے لیکن مرثیے کی شکل میں عہد بہ عہد تبدیلی آتی رہی ہے جس سے اُردو کا دامن بہت وسیع ہو گیا۔ مرثیے کو کسی خاص ہیئت کی پابندی لازمی نہیں تھی بلکہ اس کے لیے خاص بات موضوع کا پہچاننا اور ابتدائی دور میں مرثیہ غزل کی شکل میں لکھا گیا اور اس کے بعد غزل کے بعد مثنوی کے فارم میں مقبول ہوئے پھر اس کو بند کی شکل میں لکھا گیا اور عہد سودا سے قبل مراثی مربع، مخمس اور غزل وغیرہ کی شکل میں لکھے جاتے تھے اور پہلی بار مسدس کی شکل میں مرزا رفیع سودا نے لکھا۔ ابتدا میں مرثیے کی شکل معین نہیں کی گئی تھی اور نہ ہی اس کے کوئی اجزاء تھے۔ میر ضمیر نے اس کی شکل متعین کر دی اور اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ انیس و دبیر نے خوش اسلوبی سے ان اجزاء کو نبھایا اس کے بعد ان ترکیبی اجزاء کو تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔

پروفیسر منظر عباس نقوی نے اپنے مضمون "استادِ میر تقی میر۔ میر سعادت علی سعادت" میں لکھا ہے کہ میر نے اپنی کتاب "نکات الشعرا" میں میر سعادت علی سعادت کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے میر کو فارسی ترک کر کے ریختہ میں شعر کہنے کی تجویز دی۔ میر کی ان سے ملاقات دہلی میں ہوئی جب میر آگرہ سے دلی منتقل ہوئے۔ مضمون نگار کا کہنا ہے کہ بابائے اردو مولوی عبد الحق کی تحقیق کے مطابق بھی میر سعادت علی میر تقی میر کے استاد ہیں۔

عادل مختار نے اپنے مضمون "جدید مرثیے اور میر انیس پر اختر عثمان صاحب کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ" اکادمی ادبیاتِ پاکستان کی طرف سے ایک سیمینار رکھا گیا جس کا عنوان "پاکستان میں مرثیے کی روایت" تھا جس کی صدارت ڈاکٹر ہلال نقوی صاحب نے کی۔ اس سیمینار میں اختر عثمان صاحب نے جدید مرثیے اور میر انیس پر کچھ اعتراضات کیے۔ اختر

عثمان نے کہا کہ میں کلاسیکی مرثیہ اس لیے لکھتا ہوں کہ اس میں مرثیے کے تمام اجزا موجود ہیں جبکہ جدید مرثیہ تو صرف تیس چالیس بندوں پر مشتمل ہوتا ہے جو مسدس کے قریب ہے۔ شاعر تب کھل کر لکھ سکتا ہے جب وہ کلاسیکی طرز پر لکھے۔ اسی طرح انھوں نے انیس پر بھی کچھ اعتراضات کیے جیسے کہ حضرت علی اصغر کی عمر چھ ماہ لکھنا یا حضرت امام حسین کے دانت زخمی ہونے کی روایت کو محض ایک آدھ مصرعے میں لکھنا وغیرہ۔ اس مضمون نے عادل مختار نے اختر عثمان کے اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کی ہے۔ مضمون نگار کے خیال میں کلاسیکی مرثیہ بھی لکھا جا سکتا ہے اور جدید بھی۔ بدلتے وقت کے تقاضوں کے ساتھ جدید مرثیہ لکھنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا یہ کہا کہ ادب تاریخ کو علامتی طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس لیے حضرت علی اصغر کی معروف عمر چھ ماہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ ایسی تشبیہ دینے میں پہلے سے مروج ہو۔

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی اپنے مضمون "شگفتہ بیانوں کی اشک فشانی" میں کہتے ہیں کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ جو ہنسنے ہنسانے والے شعرا ہوتے ہیں ان کو دنیا کا کوئی غم نہیں ہوتا لہذا ان سے کسی سنجیدہ کلام کی توقع نہیں کی جا سکتیلیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت سے ظریف شعراء ہیں جنھوں نے بہت عمدہ سنجیدہ شاعری بھی کی ہے۔ دور حاضر میں جیتی جاگتی مثال "انور مسعود" ہیں ۔ مزاح گو شعراء جنھوں نے مرثیے لکھے ان میں ظریف جبل پوری، اسد جعفری، ڈاکٹر مظہر عباس رضوی، سید انعام نقوی، رئیس احمر، تپاں سبز واری، دلاور فگار، شوکت تھانوی، کردار جونپوری، خالد عرفان اور میر راضی میر شامل ہیں۔ مضمون نگار نے ان مزاح نگار شعرا کا رثائی ادب میں اہم کردار تفصیلی طور پر بیان کیا ہے، ان میں جناب ساغر خیامی، جناب امیر حسین اختر جعفری، محترمہ فخر بتول، محترم افتخار حیدر، جناب عقیل عباس جعفری، اور جناب نسیم فاروخ شامل ہیں۔

8۔ "فروغِ مرثیہ" کے آٹھویں شمارے میں 9 مضامین جن میں "کچھ مرثیہ خوانی کے بارے میں" از ذوالفقار علی بخاری، "انیس و دبیر: فرہنگ کے آئینے میں" از ڈاکٹر محمد رضا کاظمی، "انیس کی منظر نگاری: عاشور کے تناظر میں" از نیر جلال پوری، "کینیڈا میں رثائی ادب کے تحت کتب کی تقریبِ اجرا" از مرتضٰی حسین تیور، "وحیدِ سخن علامہ سید ارتضٰی عباس نقوی کی شان دار کاوش" از احسن عباس، "دیوانِ حرفِ حق: تاثرات" از اصغر مہدی اشعر، "علامہ ثمر ہلوری کے چند مراثی کا اجمالی جائزہ" از ڈاکٹر وضاحت حسیین رضوی، "علی جاوید مقصود بہ حیثیت مرثیہ نگار" از علی عرفان، "ساحرِ معجز بیان" از جوہر عباس شامل ہیں۔ یہ شمارہ مئی 2022ء میں شائع ہوا ہے۔

ذوالفقار علی بخاری اپنے مضمون "کچھ مرثیہ خوانی کے بارے میں" میں اپنی روداد بیان کی کہ وہ کس طرح ریڈیو پر انیس کے مرثیے پڑھنے کی طرف راغب ہوئے۔ مضمون نگار لکھتے ہیں کہ مرثیہ خوانی کے لیے "گلے کو آلائشوں سے پاک صاف

رکھنا، صحت بر قرار رکھنا، سانس کو اکھڑنے سے بچانا، آواز کو پھیپھڑوں کی مدد پہنچانا، چہرے کے پٹھوں کو ڈھیلے ہونے سے بچانا، آواز کو سروں کے لحاظ سے بڑھانا اور گھٹانا، یہ سب آواز کو سینے سے نکالنے کے لیے ضرور امور ہیں"(15)

ڈاکٹر محمد رضا کاظمی اپنے مضمون "انیس و دبیر: فرہنگ کے آئینے میں" اصغر مہدی اشعر کی مرتب کردہ انیس و دبیر کی فرہنگوں کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ مضمون نگار نے تجویز بھی دی ہے کہ جوش ملیح آبادی کی تجویز کے مطابق کلامِ نظیر کی فرہنگ بھی مرتب کی جائے تا کہ ایک ایسے شاعر کے کلام کو سمجھنے میں آسانی ہو جس نے اردو زبان کا سب سے بڑا ذخیرہ استعمال کیا ہے۔

نیر جلال پوری اپنے مضمون "انیس کی منظر نگاری۔ عاشورہ کے تناظر میں" میں اپنی تحقیق کے مطابق 1857ء کے اودھ کو سامنے رکھا جائے تو اُس وقت برٹش گورنمنٹ سے لڑنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا تو میر انیس نے اپنے مرثیوں میں کربلا کے واقعات کو پیش کر کے ہندوستان کی عوام کے دلوں میں جذبہ انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی۔ میر انیس اپنے مرثیوں میں شب، گرمی، صبح، دوپہر، بہار، شجر، آندھی، طوفان، ہجر، زلزلہ اور محشر جیسے مناظر پیش کرتے ہیں۔ ان کا کمال فن یہ ہے کہ وہ اپنے مرثیوں میں عرب کی تاریخ کو ضرور بیان کرتے ہیں لیکن معلوم ایسے ہوتا ہے جیسے یہ واقعہ ہندوستان میں پیش آیا ہو۔ میر انیس کے ہاں فطری مناظر کی منظر نگاری جسے ادب میں محاکات نگاری بھی کہتے ہیں نہایت اعلیٰ درجے کی ہے۔ مرثیہ سننے یا پڑھنے والوں کو مناظر دکھائی دینے لگتے ہیں۔

مرتضیٰ حسین تیور نے اپنے مضمون "کینیڈا میں رثائی ادب کے تحت کتب کی تقریبِ اجرا" میں تین کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں اختر آصف زیدی صاحب کی کتاب "دیوانِ حرفِ حق" اور اصغر مہدی اشعر صاحب کی دو کتابیں "فرہنگ انیس" اور "فرہنگِ دبیر" شامل ہیں۔ کینیڈا میں ان کتابوں کی تقریبِ رونمائی میں کلیم اللہ، مولانا حسین شیرازی، سوز خوان ذوالفقار جعفری، اجمال نقوی، ظفر عباس ظفر، نوحہ خوان کامران حیدر، سوز خوان ڈاکٹر عامر نقوی اور نوحہ خوان شہزاد مرزا نے بہ طور مہمان شریک ہوئے۔ نظامت کے فرائض جناب شمیم عباس نے ادا کیے۔ تقریب کی صدارت مولانا امام حیدر زیدی نے کی۔ مقررین نے مذکورہ کتابوں کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے مصنفین کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

احسن عباس نے اپنے مضمون میں "وحیدِ سخن۔ علامہ سید ارتضیٰ عباس نقوی کی شان دار کاوش" نے میر انس کے بیٹے اور میر انیس کے بھتیجے سید محمد ہادی بہ تخلص وحید کے کلام کی خصوصیات بتائیں ہیں۔ اس کتاب کو جناب ارتضیٰ عباس نقوی نے مرتب کیا ہے جس مضمون نگار نے ان کا شادن دار کارنامہ قرار دیا ہے۔ اس کتاب وحید کے 25 مرثیے شامل کیے گئے ہیں۔ جوہر عباس نے اپنے مضمون "ساحرِ معجز بیان" میں ساحر لکھنوی کی صحتِ زبان کے حوالے سے عادات کا تذکرہ کیا

ہے۔ ساحر لکھنوی اردو زبان کے تلفظ کے معاملے میں بہت حساس تھے۔ مضمون نگار نے مزید واضح کیا ہے کہ ساحر لکھنوی پُر تاثیر انداز میں مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ انھیں مطالعے کا بے حد شوق تھا حتیٰ کہ وہ عدسے سے کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ اس لیے مضمون نگار نے انھیں "کوہِ استقامت" سے تشبیہ دی ہے۔

اصغر مہدی اشعر اپنے مضمون "دیوان حرف حق۔ تاثرات" میں اختر آصف زیدی صاحب کو ان کی اعلیٰ شاعری پر تحسین پیش کرتے ہیں۔ اصغر مہدی عشر کے نزدیک شاعری ایک ایسا معجزہ ہے جو دل و دماغ کو فرش سے عرش پر لمحوں میں پہنچا دیتا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق "دیوانِ حرفِ حق" صرف 102 کلاموں پر مشتمل ایک کتاب کا نام نہیں بلکہ اختر آصف زیدی کی شناخت کا نام ہے۔

ڈاکٹر حسین رضوی اپنے مضمون "علامہ ثمر ہلوری کے چند مراثی کا اجمالی جائزہ" میں ان کا تعارف کراتے ہوئے ان کی شاعری کی پانچ اشاعت شدہ کتابیں "مراثی ثمر"، "ہیرے پتھر"، "سوزِ حیات"، "دیوانِ ثمر" اور "زخم جگر" کا ذکر کرتے ہیں۔ اس مضمون میں انیس دبیر کے بعد جن شعرا نے جدید لب و لہجہ اپنایا ہے ان میں "مرزا اوج"، "جمیل مظہری"، "نجم افندی"، "شاد عظیم آبادی"، "جوش ملی آبادی"، "شاہد حیدرآبادی" اور "نسیم امروہی" ان کا ذکر بھی شامل ہے۔ مزید یہ کہ اس مضمون میں "علامہ ثمر ہلوری" کے چھ مرثیوں کو بیان کیا گیا ہے اور ان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

علی عرفان اپنے مضمون "علی جاوید مقصود بحیثیت مرثیہ نگار" میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کو مومنینِ حیدر آباد نے "شاعر سقائے حرم" کا خطاب دیا اور ان کی ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام "موج فرات" تجویز کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے تبدیل کر کے "موجِ علقمہ" کر دیا گیا۔ انہوں نے اپنے وقت آخر تک 10 مرثیے جن میں دو آخری غیر مطبوعہ مرثیے "حضرت زین العابدین"، "حضرت عباس"، "حضرت امیر المومنین"، "حضرت زینب"، "حضرت علی اکبر"، "شہزادی سکینہ"، "شہزادہ قاسم"، "شہزادی کونین"، "شہزادہ علی اصغر" اور "امام حسین" کے حوالے سے تحریر کیے۔

9۔ "فروغِ مرثیہ" کے نویں شمارے میں 7 مضامین جن میں "پاکستان میں اردو مرثیے کی روایت" از شہاب صفدر، "شاہین کے نوحوں کی پرواز" از ڈاکٹر ریحان حسن، "پروین شاکر کا رثائی شعور" از نصرت زہرا، "ساحر لکھنوی کے قلمی نوادرات" از ضمیر حیدر، "ادب میں عظمتِ غم کا تصور" از علی عرفان، "شہادت سے پہلے" از لئیق رضوی اور "تحت اللفظ خوانی پر لکھے گئے تحریری مواد" از فرحان رضا شامل ہیں۔ یہ شمارہ اگست 2022ء میں شائع ہوا ہے۔ شہاب صفدر اپنے مضمون "پاکستان میں اردو مرثیے کی روایت" میں مرثیے کے ادبی مراکز دہلی، لکھنؤ اور امروہہ کا تذکرہ کرتے ہوئے

اس کا تعلق لاہور اور کراچی سے جوڑتے ہیں۔ وہ جدید مرثیے کا بانی جوش کو سمجھتے ہیں جن کا پہلا مرثیہ 1920ء میں "آوازہِ حق" کے نام سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر ہلال نقوی نے جوش کے مرثیے "جوش کے انقلابی مرثیے" کے نام سے مرتب کیے۔ جوش کے بعد سید آلِ رضا، نسیم امروہوی، صبا اکبر آبادی، راجہ صاحب محمود آباد، شاہد نقوی، ڈاکٹر یاور عباس، ڈاکٹر صفدر حسین، خلش پیر اصحابی، وحید الحسن ہاشمی، صہبا اختر، مصطفیٰ زیدی، ساحر لکھنوی، امیر امام حر، قیصر بارہوی، امید فاضلی، سردار نقوی، جوہر نظامی، اثر جلیلی، مسعود رضا خاکی، شاداں دہلی، سیف زلفی، عارف امام، ڈاکٹر ہلال نقوی، احمد نوید، تصویر فاطمہ، اختر عثمان اور عادل مختار کے علاوہ دیگر شعرا کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔ جدید مرثیے پر تحقیقی کام کرنے والے احباب کو اس مضمون سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر ریحان اپنے مضمون "شاہین کے نوحوں کی پرواز" میں نوحے کے حوالے سے اس کی تاریخ، روایت اور مختلف زبانوں سے گزرنے کے مراحل پیش کرتے ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق نوحے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اس کی روایت عرب سے ایران پہنچی اور ایران سے ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے دکن تک آ پہنچی۔ شاہین زیدی وہ نوحہ نگار ہیں جو اصل مقصد و ہدف کو پیش نظر رکھ کر مضامین نظم کرتے ہیں جنھیں سن کر آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے نوحوں میں خاص طور پر تاریخی واقعات و روایات کو نظم کیا ہے۔ ان کے نوحوں میں سلاست و روانی، چستی و بندش اور فصاحت و بلاغت نظر آتی ہے جو زبان و بیاں، جذبات و احساسات اور فطانت و ذہانت کے جذبے کو بیدار کرتی رہے گی۔ نصرت زہرا اپنے مضمون "پروین شاکر کا رثائی شعور اور مذہب سے لگاؤ" میں پروین شاکر کے مختلف مجموعوں پر بات کرتی ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اگرچہ پروین شاکر کے رثائی کلام کا کوئی مجموعہ الگ سے شائع نہیں ہوا ہے تاہم معرکہ حق و باطل سے جڑے حقائق سے وہ اپنی ذات کو دریافت کرتی نظر آتی ہیں۔

ضمیر حیدر اپنے مضمون "ساحر لکھنوی کے قلمی نوادرات" میں ساحر لکھنوی سے اپنا تعارف ان کی کتاب "مرثیہ قطب شاہ سے ساحر تک" کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ساحر کے کچھ نوادرات بیان کیے گئے ہیں جن میں خاص چیز ان کی ڈائری ہے جس میں مختلف کتابوں کے نام، سلام، قصیدے، نوحے، منقبت، غیر مطبوعہ سلام شامل ہیں۔ اس مضمون میں ساحر کے نوادرات میں نعتیہ قصیدہ "براقِ فکر کو جب عرش پیما ہم بناتے ہیں"، منقبت "کوئی سیلاب بلا ہو آسرا عباس ہیں"، قصیدہ "رندانِ حق جو حیدرِ صفدر کے ہو گئے"، سلام "میرے آنسو بجز آلِ پیمبر مول لے گا کون"، قصیدہ "والقلم ہے میرا خط تقدیر" اور غیر مطبوعہ سلام "اوج ممبر سے سخنور تا بہ کوثر اڑ گئے" کا تذکرہ شامل ہے۔

علی عرفان اپنے مضمون "ادب میں عظمتِ غم کا تصور" میں کہتے ہیں کہ تہذیب انسانی میں غم چاہے وہ غم دوراں ہو یا غم جاناں اہم جزو رہا ہے۔ تاریخی حوالے سے گوتم بدھ نے عظمتِ غم کا ہلکا سا تصور پیش کیا اور کہا سوزِ درون کے بغیر کوئی

آدمی عظیم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نظر تاریخ عالم اور عظمتِ غم کے دھندلے نقوش سے بڑھتے بڑھتے واقعہ کربلا کے تک آ جاتی ہے کیونکہ کربلا تصورِ عظمتِ غم کی معراج ہے۔ اگر ادب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے پہلا حصہ "واقعہ کربلا سے پہلے ادب" اور دوسرا حصہ "کربلا کے بعد کا ادب" اور ان کا موازنہ کیا جائے تو ثابت یہ ہوتا ہے کربلا سے پہلے ادبِ عالم میں عظمتِ غم کا صرف ہلکا سا تصور ملتا تھا اور کربلا کے بعد یہ تصویر بہت ہی واضح ہو گئی۔

لئیق رضوی اپنے مضمون "کربلا: درد ہی نہیں درس اور دوا بھی" میں آل رضا کے مرثیے "شہادت سے پہلے" کا خوبصورت انداز میں تجزیہ پیش کرتے ہیں اور ان کا یہ مرثیہ کربلا کا ایک مکمل اور موثر منظر نامہ ہے اور یہ مرثیہ تاریخ اور مقاتل کی روایتوں سے ترتیب دیا گیا ہے اور ان کا ایک اور مرثیہ "شہادت کے بعد" 1944ء میں لکھنو میں شائع ہوا۔ آل رضا کا مرثیہ سانحہِ کربلا کا پیغاماتی اور تجزیاتی بیانیہ ہے اور اس میں جذبات کی شدت بھی دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے مرثیہ گوئی کے ایجنڈے کو ہی بدل دیا ہے اور ساتھ ساتھ کربلا کی آفاقی قدروں کو پیش کیا اور انہوں نے مرثیے کو نئی تنظیم، نئی تہذیب، نئی ترکیب، نئی بالیدگی، اور نئی زندگی بخشی ہے۔

فرحان رضا نے اپنے مضمون "تحت اللفظ مرثیہ خوانی پر لکھے گئے تحریری مواد کا تذکرہ اور مختصر تجزیہ" میں بیان کیا ہے کہ مرثیہ عام طور پر سر یا لحن میں یا پھر تحت اللفظ میں پڑھا جاتا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق مرثیہ کی تحت اللفظ پڑھت انیس و دبیر کے زمانے میں باقاعدہ فن کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اب تک مرثیہ خوانی کے فن پر دو کتابیں اور ایک کتابچہ شائع ہوا ہے۔ اولین کتابچے کا نام "قاعدہ تحت اللفظ خوانی" 1884ء میں قیصری پریس سے شائع ہوا جسے مہدی حسین نے 1882ء میں تصنیف کیا تھا جسے دوبارہ تمثال مسعود نے ترتیب دیا ہے۔ ڈاکٹر نیر مسعود نے اس موضوع پر باقاعدہ کتاب "مرثیہ خوانی کا فن" تحریر کی ہے جسے پاکستان میں بھی 2005ء میں شائع کیا گیا۔ اس ضمن میں دوسری اہم کتاب "تحت اللفظ خوانی: ایک فنی مطالعہ" کے نام سے فرحان رضا نے 2011ء میں لکھی جسے 2013ء میں شائع کیا گیا ہے۔

10۔ "فروغِ مرثیہ" کے دسویں شمارے میں 4 مضامین جن میں "مرثیہ تنقید: انیس، و دبیر اور منظر" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "رثائی عصر۔ ایک جائزہ" از محمد علی طاہر، "مملکت بدر کی رثائی شاعری" از ڈاکٹر سید علی عرفان، اور "معجز سنبھلی کی رثائی شاعری" از ڈاکٹر کشور جہاں زیدی شامل ہیں۔ یہ شمارہ نومبر 2022ء میں شائع ہوا ہے۔

ڈاکٹر عابد حسین حیدری نے اپنے مضمون "مرثیہ تنقید انیس و دبیر اور منظر" میں کہا کہ مرثیہ تنقید میں شبلی کو اولیت حاصل ہے اور شبلی کی موازنہ انیس و دبیر کو تقابلی تنقید کی اولین کتاب کا درجہ ملا۔ نواب سید امداد امام اثر، سید جعفر رضا، سید مسعود حسین رضوی، گوپی چند نارنگ، شمس الرحمن فاروقی، سید احتشام حسین، ڈاکٹر مسیح الزمان، سید محمد عقیل رضوی، علی

جواد زیدی، شارب ردولوی، نواب جعفر علی خان اثر، اکبر حیدری کاشمیری، سید علی عباس حسینی، سید فضل امام نے انیس و دبیر کے فن پر گفتگو کی۔ سید منظر عباس نقوی نے انیس دبیر کی انفرادیت کو واضح کیا اور انہوں نے اپنے مضمون "مراثی انیس میں تاریخ کی شعری تصریف" میں موضوع کی وضاحت کی کہ شاعر مورخ نہیں ہوتا بلکہ روایات صحت وعدم صحت میں ان کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی بلکہ ان کا اتنا تعلق ہوتا ہے کہ وہ تاریخ سے حاصل شدہ روایات کو اٹھا کر اپنے شعری تخلیق میں خام مال کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ناہموار چٹان سے ایک خوبصورت مجسمہ تراش لیتے ہیں۔ زبان پر قدرت، انسانی نفسیات سے آگاہی، سماجی رسم و رواج کا علم، رزم و بزم کے طور طریقوں سے واقفیت، ادب کا شعور ان سبھی کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ مضمون نگار کے مطابق میر انیس اور مرزا دبیر نے مرثیے میں زبان و بیان اور اسلوب کی نئی خوبیاں پیدا کی۔ حالی، شبلی اور محمد حسین آزاد نے مرثیے کی فنی اور لسانی خصوصیات کا اعتراف کیا اور مرثیے کی لسانی اہمیت کی طرف احتشام حسین، فضل امام رضوی، علی جواد زیدی اور مسعود حسن رضوی نے توجہ دی۔ مرثیے کی سماجیات پر سید محمد عقیل رضوی نے تبصرے لکھے اور جمالیات پر علی احمد فاطمی اور راقم الحروف نے کام کیا۔ مرثیے کی تنقید پر پروفیسر مظہر عباس نقوی نے خصوصاً اسلوبیات پر بحث کی۔

محمد علی طاہر اپنے مضمون "رثائے عصر۔ ایک جائزہ" میں انسان کی بنیادی فطرت کے بارے میں ایک تفصیلی پس منظر بیان کرتے ہیں اور ایک آئیڈیل شخصیت امام حسین کا تذکرہ کرتے ہیں۔ "رثائے عصر" عادل مختار کے مرثیوں کا مجموعہ ہے۔ مضمون نگار نے اس کتاب کے چند مرثیوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جن میں "خامہ بدوش"، "لفظ"، "دکھ ہے"، "گوتم کا آخری وعظ"، "جنت جہنم"، "گل ہائے خون خون"، "خون" اور برات شامل ہیں۔ڈاکٹر سید علی عرفان اپنے مضمون "مملکت بدر کی رثائی شاعری" میں مملکت بدر کا تعارف اور ان کی ادبی شخصیت کا تفصیلی پس منظر بیان کرتے ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق ان کی پہلی کتاب "چلمنِ ادب" 2016ء میں شائع ہوئی۔ 1964 میں ان کے نوحوں کا پہلا مجموعہ "آنسوؤں کے چراغ" اور دوسرا مجموعہ "سرمایہ غم" 2019 میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر کشور جہاں زیدی اپنے مضمون "معجز سنبھلی کی رثائی شاعری" میں معجز کا تعارف اور ان کی شخصی و ادبی زندگی کو بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کئی اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے جن میں سلام، رباعی، حمد و نعت، مرثیہ، قطعہ، نظم اور نوحہ شامل ہیں۔ معجز زبان کے رمز شناس ہیں۔ ان کی شاعری قران و حدیث اور تاریخی شواہد کی روشنی میں پروان چڑھی۔ ان کی شاعری میں تشبیہ اور استعارے نہایت موزوں اور موثر ہیں۔ معجز سنبھلی کے مجموعہ کلام جذباتِ معجز، سفینہ آخرت، صبح کربلا، موتی اور جواہر، مصور کربلا، تصویر کربلا، افکار معجز، آئینہ در آئینہ، معجز نما، رہنمائے معجز، نظیر کربلا اور معجز بیانی شائع ہو چکی ہیں۔ ان کو حکومت اتر پردیش اور دیگر سماجی اور ادبی تنظیموں کی جانب سے انعامات واعزازات سے نوازا گیا ہے۔

11۔ "فروغِ مرثیہ" کے گیارہویں شمارے میں 4 مضامین جن میں "اردو مرثیہ" از ڈاکٹر شبیہ الحسن ، "میر انیس کی سائنومائیٹو گرافی" از عادل مختار، "تصویر فاطمہ کا غیر مطبوعہ مرثیہ اور تعارف" از عباس نقوی، "میر انیس کے ایک سو گیارہ مرثیے" از اکبر حسن جعفری شامل ہیں۔ یہ شمارہ فروری 2023ء میں شائع ہوا ہے۔

ڈاکٹر سید شبیہ الحسن اپنے مضمون "اردو مرثیہ" میں مرثیہ کی ابتدا یعنی ہندوستان میں مرثیہ کی تاریخ کو بیان کرتے ہیں اوراس مضمون میں 19ویں صدی سے لے کر 21ویں صدی کے ان شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے جنھوں نے مرثیے، نوحے اور سلام لکھے۔ بیسویں صدی میں مرثیے کے نئے سفر میں مذہبی مرثیوں کی جگہ قومی اور شخصی مرثیوں نے لے لی۔ اقبال، صفی لکھنوی، اثر لکھنوی، نظم طباطبائی اور ریاض خیر آبادی اور ان کے علاوہ جوش ملیح آبادی نے انفرادی طور پر مرثیے کو رولانے کے بجائے جگانے کا ہتھیار بنایا۔ نسیم امروہوی نے زبان و بیان کی نزاکتوں کو بروکار لاتے ہوئے ہئیت کے کامیاب تجربے کیے۔ آلِ رضا اور جمیل مظہری نے مرثیے کے مزاج ومذاق میں تبدیلی پیدا کی۔ جدید مرثیہ نگاروں میں قمر جلالوی، علامہ محسن عظم گڑھی، شوکت تھانوی، ڈاکٹر یاور عباس، عظیم جون پوری، ڈاکٹر صفدر حسین، رئیس امروہوی، کرار نوری اور فیض احمد فیض کے اسمائے گرامی بطور خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

عادل مختار نے اپنے مضمون" میر انیس کی Cinematograpghy" میں بیان کیا ہے کہ میر انیس میں ایک جدید cinematographer کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ مضمون نگار کے مطابق میر انیس صرف ایک عکس بند مصور کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان کی بنائی گئی تصویروں میں تخلیقی عنصر اور اثر بھی غالب رہتا ہے۔یعنی انیس کے مرثیوں میں کہانی، تصویر اور جذبات کی بیک وقت ترجمانی ہوتی ہے۔ یہ بند ملاحظہ کیجیے:

چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکوں کا دم بدم　　　مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم

وہ آب و تابِ نہر، وہ موجوں کا پیچ و خم　　　سردی ہوائیں، پر نہ زیادہ، بہت نہ کم

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا

تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

عباس نقوی اپنے مضمون "تصویر فاطمہ صاحبہ کا غیر مطبوعہ مرثیہ" میں ان کا تعارف لکھتے ہیں کہ وہ جمیل مظہری کی نواسی ہیں۔ انھوں نے جمیل مظہری اور ڈاکٹر ہلال نقوی کی طرح مسدس کے تیسرے مصرعے سے قافیہ ختم کرکے مرثیے لکھے ہیں۔ تصویر فاطمہ نے غالب کی زمینوں میں پچیس سلام لکھے ہیں جو 1988ء میں شائع ہوئے۔ اس کے بعد ":ردائے صبر" کے عنوان سے مرثیوں کا مجموعہ شائع ہوا جن میں بصیرت، ردا، ماں، خواب اور سیدِ سجاد شامل ہیں۔ پیغمبرِ نسواں ان کا غیر

مطبوعہ مرثیہ ہے جو حضرت فاطمہ زہرا کے حال میں ہے جس کا پہلا مصرع "اے ارتقائے عالمِ نسواں ادھر بھی دیکھ" ہے۔ اکبر حسن جعفری اپنے مضمون "میر انیس کے ایک سو گیارہ مرثیے" میں میر انیس کو بہترین شاعروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کے اعلیٰ کلام کا پس منظر بیان کرتے ہیں۔ مضمون نگار ان کے کلام کی اشاعت میں اغلاط کو واضح طور پر تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس مضمون میں پروفیسر تمثال مسعود صاحب کی تین جلدوں پر مشتمل کتاب "مراثی میر انیس" کی رونمائی کا تذکرہ کیا ہے جس میں میر انیس کے ایک سو گیارہ مرثیوں کو صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

12۔ "فروغِ مرثیہ" کے بارہویں شمارے میں 4 مضامین جن میں "رثائی ادب اور مقصدیت" از عادل مختار، "جموں و کشمیر میں رثائی شاعری" از نثار احمد، "پنجاب کی خواتین مرثیہ نگار" از ڈاکٹر ریحان حسن اور "مرثیہ دبیر میں سراپا نگاری" از محمد علی ظاہر شامل ہیں۔ یہ شمارہ مئی 2023ء میں شائع ہوا ہے۔

عادل مختار اپنے مضمون "رثائی ادب اور مقصدیت" میں رثائی ادب کو خاص اہمیت دیتے ہیں اور اس کا مقصد بڑا واضح طور پر دکھاتے ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں ایک بھی کام بلا مقصد نہیں کیا یعنی جو بھی انہوں نے کام کیا ہے اس میں جانفشانی سے معاشرے میں مقصدیت کی ترویج کرتے رہے اور انہوں نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی۔ 23 برس کے انقلاب کے بعد جو لوگ لا یعنی باتوں سے بے مقصد چیزوں پر قبیلے کے قبیلے موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے تو 23 برس بعد ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ مقصدیت کی ثقافت میں حضرت فاطمہ زہرا صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ترین زندگی ہمیں نمایاں نظر آتی ہے۔ اہل بیت کے فضائل سے ایک اور مقصد یا نتیجہ ثابت ہوتا ہے جو کہ یعنی معرفت کے بعد انسان عالم انسانیت کے پہلے سے کہیں زیادہ خیر خواہ اور خیر اندیش بن جاتے ہیں۔ انسانوں کا دکھ درد محسوس کرتے ہیں۔

نثار احمد نے اپنے مضمون "جموں و کشمیر میں معاصر رثائی شاعری" میں لکھا ہے کہ کشمیر میں رثائی شاعری کو بہت ترقی ملی کیونکہ عام طور پر وہاں لوگ کشمیری اور فارسی زبان بولتے تھے۔ کشمیری مرثیہ گو خواجہ حسین میر، خواجہ دائم، منشی صفدر علی، خواجہ مرزا ابو القاسم، حکیم حسن علی، حکیم حبیب اللہ، حکیم محمد عظیم، حکیم غلام رسول، خواجہ محمد باقر، حکیم عبد اللہ اور منشی محمد یوسف کے نام قابل ذکر ہیں اس کے بعد اردو شعرا نے شخصی مرثیے لکھے جن میں حضرت شبیر علی خان بسمل، منشی امیر الدین امیر، نندلال کول، قاضی عبد اللہ خان منظور، منشی صادق علی، طالب کاشمیری، خوشی محمد ناظر اور دیاناتھ رفیق قابل ذکر ہیں۔ تنہا انصاری کلاسکی انداز کے مرثیوں کے واحد سربلند شاعر مانے جاتے ہیں اور انہوں نے رثائی شاعری کی بہت خدمت کی۔ اس کے علاوہ شہزادی کلثوم کشمیر کی پہلی واحد شاعرہ ہیں جنہوں نے رثائی شاعری تخلیق کی ہے اور ان کا کلام "یادگار کلثوم" کے نام سے 1963ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ کشمیر کے بیسویں صدی کے شعرا سجود

سیلانی، سید رضا، حکیم منظور اور فاروق بٹ گامی اپنے منفرد مقام کے حامل ہیں ۔اس کے علاوہ غیر مسلم شعرا عرش صہبائی، پروفیسر رام ناتھ شاستری، جگدیش راج دل کاشمیری، عابد مناوری، سردار اوتار سنگھ چندن، سردار جگن ناتھ دلگیر اور پرتپال سنگھ بیتاب شامل ہیں۔ عصر حاضر میں جموں وکشمیر کے صوبہ جموں سے جہاں خورشید کاظمی، ذوالفقار نقوی ،مالک رام آنند، منوہر لا دل، بیتاب جے پوری، نور الزمان صدیقی نور، منظر عظمی اور لیاقت جعفری اور صوبہ کشمیر سے نذیر آزاد، شفق سوپوری ، شاہد بلگرمی ، ہمدم کاشمیری، بشیر بڈگامی، غضنفر شہباز، کفایت فہیم، قتیل مہدی ، ڈاکٹر راشد مقبول، شبیر ماگامی، میر شبیر، ڈاکٹر مشتاق حیدر، تنویر طاہر اور پرویز مانوس قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر ریحان حسن اپنے مضمون "پنجاب کی خواتین مرثیہ نگار" میں لکھتے ہیں کہ پنجاب میں نوحہ اور سلام کی صنف میں طبع آزمائی کرنے والی خواتین مل جاتی ہیں لیکن مرثیہ نگاری میں بہت کم نام ملتے ہیں۔ پنجاب کی مرثیہ گو خواتین میں بانو نقوی کا نام قابل ذکر ہے جن کا پہلا مرثیہ "بنی ہاشم" ہے جس کے 62 بند ہیں۔ ان کے مراثی میں ہمیں میر انیس کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ پنجاب کی دوسری خاتون تسنیم نقوی ہیں جن کا مجموعہ "معصوم پیاسے کربلا میں" 1990ء میں شائع ہوا جس میں آٹھ مرثیے شامل ہیں۔

محمد علی ظاہر اپنے مضمون "مرثیہ دبیر میں سراپا نگاری" میں مرزا تدبیر کی شاعری میں سراپا نگاری کی خصوصیات کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں جس میں زلف کا طویل ہونا، دہن کا کم نما ہونا اور کمر کا باریک ہونے کے باوصف مرزا دبیر کی سراپا نگاری دراصل مضمون آفرینی ہے۔ سراپا نگاری لکھنو کی شاعری کا خاص وصف ہے۔ مرزا دبیر کی سراپا نگاری مضمون آفرینی، پیچیدہ تخیل، نازک خیالی، نئے اور انوکھے مضامین کی تلاش سے عبارت ہے۔

13۔ "فروغِ مرثیہ" کے تیرہویں شمارے میں 6 مضامین جن میں "ڈاکٹر ہلال نقوی کے مرثیوں میں جمالیاتی تجرید" از عادل مختار، "میر انیس کی سلام گوئی اور اس کا مزاج" از وفا نقوی، "علامہ طالب جوہری اور رثائی تنقید" از فرحان رضا اور "مرثیے کی تنقید اور بنگال" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "چھنو لال دلگیر" از اصغر مہدی اشعر اور "اردو مرثیہ اور انسانی اقدار" از ڈاکٹر سید علی عرفان نقوی شامل ہیں۔ یہ شمارہ اگست 2023ء میں شائع ہوا ہے۔

عادل مختار نے اپنے مضمون "ڈاکٹر ہلال نقوی کے مرثیوں میں جمالیاتی تجرید" میں ہلال نقوی کو عصر جدید کے رثائی ادب کا محقق اور تخلیق کار کہا ہے۔ ان کے مرثیوں میں انقلابی سوچ، رثائی فکر کے زاویے اور ڈرامائیت کے عناصر ملتے ہیں۔ مضمون نگار کے مطابق ہلال صاحب شعر کی قوت کا ادراک بھرپور رکھتے ہیں اس لیے ان کے اشعار میں فکر اور جمال کا ایک مخصوص مرکب ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

یہ بصیر الحسن وفا نقوی اپنے مضمون "میر انیس کی سلام گوئی اور اس کا مزاج" میں رثائی ادب کی تاریخ اور صنف کو تاریخی حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ ہر دور کے نامور اور بڑے شعرا نے اس صنف کو محدود دائروں سے نکال کر عوام تک پہنچایا جس سے اردو ادب میں سلام کو منفرد حیثیت حاصل ہوئی۔ میر انیس کے سلاموں میں جہاں حمد و ثنا کا ذکر ہوتا ہے وہیں ان کا انداز فکر بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔ میر انیس کے سلاموں میں ذکر خدا، ذکر رسول اور ذکر علی کے ساتھ ساتھ بے ثباتی کائنات، حوصلہ، تصوف، عزم، فلسفہ کائنات، دنیا کے مصائب، نصیحتیں، گناہوں سے گریز، خوف عصیاں اور انکساری کا ذکر بھی ملتا ہے۔ انیس نے جہاں مراثی میں رثائیت کو انفرادیت بخشی وہاں سلاموں میں شدت غم اور رثائی جذبات کی بہترین عکاسی بھی کرتے ہیں۔

فرحان رضا اپنے مضمون "علامہ طالب جوہری ورثائی تنقید۔۔۔ ایک مختصر مطالعہ" میں بیان کرتے ہیں کہ طالب جوہری ایک مورخ، مستند عالم دین، منطق و فلسفہ کے ماہر، بلند پایہ خطیب، مقتل نگار، شاعر مرثیہ نگار اور ادیب تھے۔ انہوں نے درجنوں کتابوں پر تنقید کی۔ اس مضمون میں صرف ان کے رثائی مضامین کا مطالعہ کیا گیا ہے جو کہ "رثائیات علامہ طالب جوہری" کتاب میں شامل ہیں۔ طالب جوری کا تنقیدی سفر سن 75 کے بعد شروع ہوتا ہے اور علامہ طالب جوہری نے مرثیہ نگاروں اور رثائی کتابوں پر تنقید کی جن میں علامہ جمیل مظہری، صبا اکبر آبادی، امید فاضلی، شاداں دہلوی، فیض بھرتپوری، راغب مراد آبادی، مولانا حسن امداد، شاہد نقوی، مشکور حسین یاد، قسیم امروہوی، سردار نقوی، ثاقب مظفرپوری، کوثر نقوی، ڈاکٹر ہلال نقوی، شہرت بلگرامی اور سرفراز ابد شامل ہیں۔

ڈاکٹر عابد حسین حیدری نے اپنے مضمون "مرثیے کی تنقید اور بنگال" میں لکھا ہے کہ دہلی کے شعرا نے محمد علی وردی خان اور سراج الدولہ کے عہد میں مرشد آباد کا رخ کیا اور بنگال کی ادبی فضا کو استوار کیا۔ مضمون نگار نے مرثیے کی تنقید کے حوالے سے شبلی، حالی، احسن فاروقی، کلیم الدین احمد، مسعود حسن رضوی ادیب، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر مسیح الزمان وغیرہ کے تنقیدی نظریات کو مختصر انداز میں بیان کیا ہے۔ بنگال میں عزلت، علی قلی خان اور ندیم جیسے شعرا کی موجودگی اہم رہی۔ انھوں نے اصغر انیس کی کتاب "مغربی بنگال میں اردو کا ایک اہم مرکز: مرشد آباد" کا ایک حصہ رثائی کلام کے لیے مختص کیا ہے۔ مزید یہ کہ میر امامی، مرزا ہوش دار، ظہور علی خلیق، میر اکبر علی حقیر، مرزا محمد اسماعیل تپش، میر شیر علی افسوس اور حیدر بخش حیدری کے نام اس حوالے سے اہم ہیں۔

اصغر مہدی اشعر اپنے مضمون "چھنو لال دلگیر (غلام حسین دلگیر)" میں بیان کرتے ہیں کہ نیکی اور بدی میں ہمیشہ تضاد رہا ہے اور یہ جنگ ازل سے قائم ہے اور ابد تک جاری رہے گی اور رثائی ادب کا آغاز تاریخی حوالے سے کرتے ہیں۔ انہوں نے چھنو لال کا تعارف، شخصیت اور ان کی شاعری کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چھنو لال دلگیر نے کم عمری میں شاعری

شروع کی اور ان کے استاد نواز حسین تھے۔ اس مضمون میں چھنولال دلگیر کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں تبدیلی مذہب، دلگیر کا زمانہ، دلگیر کے مطبوعہ مرثیے، دلگیر کی شہرت، دلگیر کی مرثیہ نگاری اور کلام دل گیر شامل ہیں۔

ڈاکٹر سید علی عرفان نقوی اپنے مضمون "اردو مرثیہ اور انسانی اقدار" میں بیان کرتے ہیں کہ مرثیے میں گریہ وزاری کے علاوہ کچھ نہیں ہے اسی وجہ سے آج مرثیہ زوال پذیر ہے۔ مرثیہ اُردو کی پانچ بڑی اصناف میں سے ایک صنف شمار کی جاتی ہے۔ مراثی میں غزل کی لطافت، مثنوی کا تسلسل، قصیدے کا آہنگ، رباعیات کا طرز فکر اور رمز نگاری کا ہمہمہ ورجز، ڈراموں کا تحیر اور نقطہ عروج، موسیقی کی چہار، تلوار کی جھنکار اور مظلوم کی فریاد شامل ہیں۔ مراثی میں واقعاتِ کربلا کے اسباب اور عوامل کے ذریعے اخلاقی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔ انیس و دبیر کے بعد مرثیہ نگار واجد علی شاہ، جوش ملیح آبادی، نجم آفندی، جمیل مظہری، نسیم امروہوی، آلِ رضا، شمیم کرہانی، پیام اعظمی، وحید اختر، معجز سنبھلی، مہدی نظامی، علی مہدی، احسن رضوی داناپوری، بلرام پوری، صفدر حسین، فیض بھارت پوری، ساحر لکھنوی، سردار نقوی، یاور اعظمی، ظہور جارچوی، امید فاضلی، قیصر بارہوی، شفقت کاظمی، شاہد نقوی اور ڈاکٹر ہلال نقوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ اردو مرثیوں نے انسان کو اعلیٰ اقدار کی طرف راغب کیا ہے اور انہیں برائیوں سے دور اور اچھائیوں کے قریب اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اور ان کے ساتھ ساتھ معاشرتی ذمہ داریوں جیسے کہ عدل و انصاف پر بھرپور زور دیا ہے۔

14۔ "فروغِ مرثیہ" کے چودھویں شمارے میں 6 مضامین جن میں "میر انیس کی تخلیقی صلاحیت کا تجزیہ کیسے کریں" از ڈاکٹر تمثال مسعود، "سلام نگاری، کلام نفیس کے آئینے میں" از مولانا دلکش غازی پوری، "انوارِ کسا کی مضطر شعاعیں" از پروفیسر ناشر نقوی اور "ساحر لکھنوی کے چند قلمی آثار" از سید ضمیر حیدر، "اردو مرثیے میں نعتیہ عناصر۔ ایک روشن نصاب" از عادل مختار اور "سر تاج کی مرثیہ نگاری" از علی عرفان شامل ہیں۔ یہ شمارہ نومبر 2023ء میں شائع ہوا ہے۔

ڈاکٹر تمثال مسعود اپنے مضمون "میر انیس کی تخلیقی صلاحیت کا تجزیہ کیسے کریں" میں کلامِ انیس کی غلطیوں سے پاک اشاعت کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا ہے کہ اگر کسی شاعر کا کلام غلط شائع ہو جائے تو اس سے ان کے کلام کی قرات میں بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ الفاظ کی ادائی حتیٰ کہ مفہوم میں بھی مسائل جنم لے لیتے ہیں۔ مضمون نگار نے انیس کے شائع شدہ کلام میں اغلاط کی نشان دہی کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ میر انیس کی تخلیقی صلاحیت کو سمجھنے کے لیے ان کے کلام کی خوانندگی نہایت ضروری ہے جس میں اشاروں اور کنایوں سے مفاہیم واضح ہو جاتے ہیں۔ مضمون نگار نے یہ اور وہ کو نہ صرف اسمِ اشارہ بلکہ اسمِ فجائیہ کے طور پر سمجھ کر ادائی پر غور کرنے کی ترغیب دی ہے۔ مزید یہ کہ متن کے خلاؤں کی طرف اشارے بھی کیے ہیں جن کی بدولت معنوی وسعت جنم لیتی ہے۔

مولانا دلکش غازی پوری نے اپنے مضمون "سلام نگاری، کلامِ نفیس کے آئینے میں" میں بتایا ہے کہ سلام ایک ایسی صنف ہے جس میں غزل جیسی وسعت رعنائی اور ہمہ گیری بھی ہوتی ہے مگر اہل بیت سے محبت وعقیدت کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں عشق حقیقی کی بات ہوتی ہے اور اگر ہم میر نفیس کی سلام نگاری پر غور کریں تو اس میں محبوب روحانی ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غزل کی طرح سلام میں بھی جدائی اور تڑپ کا عنصر پایا جاتا ہے مگر ایک بہن بھائی کی جدائی، باپ بیٹے کی جدائی، بیٹی اور باپ کی جدائی وغیرہ شامل ہیں۔ میر نفیس اپنے اشعار میں ناقدریِ احباب کا شکوہ کرتے ہیں۔ پروفیسر ناشر نقوی اپنے مضمون "انوارِ کسا کی مضطر شعاعیں" میں لکھتے ہیں کہ سید عباس حیدر زیدی مضطر جونپوری کا تیسرا مجموعہِ کلام "انوارِ کساء" 459 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سرکارِ دو عالم سے اہل کساء اور اہل حرم کے مدح میں 108 منظومات شامل ہیں۔ یہ مذہبی نہیں علمی کارنامہ بھی ہے۔ مضطر نے پورے مجموعے میں اس کے نام انوار کساء کے مرکز سے ہٹ کر بات نہیں کی۔ یہ کلام مخمس ہیئت میں لکھا گیا ہے۔ مضطر کے مرثیے سرمایہ ادب ہیں۔ سید ضمیر حیدر اپنے مضمون "ساحر لکھنوی کے چند قلمی آثار" میں ان اصناف کا تذکرہ کیا ہے جن میں ساحر لکھنوی نے طبع آزمائی کی ہے۔ مضمون نگار کے مطابق ساحر نے سوز خوانی، التجائے شرکت، تین مختصر قصائد، صدارتی تقریر اور ملی نغمے کا ذکر کیا ہے۔ مزید یہ کہ مضمون نگار نے ساحر کے چند مضامین کا ذکر بھی کیا ہے۔

عادل مختار نے اپنے مضمون "اردو مرثیے میں نعتیہ عناصر۔ ایک روشن نصاب" میں لکھا ہے کہ مرثیہ تمام اصناف سخن کو سمولیتا ہے۔ حمد، نعت، منقبت کے ساتھ ساتھ فکر آخرت، دنیا کی بے ثباتی اور اخلاق کے مضامین اردو مرثیے میں موجود ہیں۔ عموماً جب نعت کا ذکر ہوتا ہے تو ذہن میں حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رخسار، آپ کی پیشانی، آپ کا دہن اقدس، خصائل اور صفات کا ذکر آتا ہے۔ جب ہم اردو مرثیہ جیسی صنف سخن کو دیکھتے ہیں تو نعتیہ کلام آفاقی سطح پر نظر آتا ہے۔ مرثیہ نگار جب نعت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہ نعت کے محدود مضامین سے نکل کر اپنی فکری گہرائی سے نعت کو وسعت موضوعات کے ذریعے متعارف کرواتے ہیں۔ نعت کے عمومی مضامین سے ہٹ کر جن موضوعات پر نعتیہ کلام مرثیے میں تخلیق کیا گیا ہے اس کی مثالیں سید آل رضا، نسیم امروہوی، علامہ جمیل مظہری، ڈاکٹر ہلال نقوی، یاور عباس اور وحید الحسن ہاشمی کے مرثیوں میں ملتی ہیں۔ کمیل شفیق رضوی اور کمیل رضوی موجودہ دور کے دو مرثیہ نگار ہیں جن کا تخلص کمیل ہے۔ ان کے مرثیے میں نعتیہ کلام موجود ہیں۔

"فروغ مرثیہ" میں ان مرثیہ گو شعراء کا ذکر تھا جن کا ایک رخ معروف اور ایک غیر معروف ہے۔ ان میں اب تک چراغ علی سراج، اوج یعقوبی اور علی جاوید مقصود کے تذکرے فروغ مرثیہ میں طباعت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ چوتھا تذکرہ ہے میر سعادت علی رضوی سرتاج۔ میر سعادت نے جب شاعری شروع کی تو اپنا تخلص صادق رکھا جسے بعد میں سرتاج سے تبدیل کیا اور اسی سے مشہور ہوئے۔ اپ کے مرثیوں کی تعداد پانچ ہے۔ چار طبعے ہوئے اور ایک غیر

مطبوعہ ہے۔ پہلا مرثیہ "کس کو کہتا ہے جہاں سرو گلستان حسین"۔ دوسرا مرثیہ "غربت میں کس نے کی ہے رفاقت حسین کی" تیسرا مرثیہ "دربار میں یزید کے اتے ہیں اہل بیت" چوتھا مرثیہ "شام میں ہے داخلہ زینب کا" اور پانچواں مرثیہ وداع ایام عزا سے متعلق تھا۔ مرثیوں میں بین کا عنصر غالب ہے۔ بین میں چشموں سی روانی ہے۔ بین میں یہ خوبی ہے کہ مصائب فضائل کو اپنے ساتھ لیے چلتے ہیں۔

علی عرفان اپنے مضمون "سرتاج کی مرثیہ نگاری" میں لکھتے ہیں کہ "فروغِ مرثیہ "میں ان مرثیہ گو شعرا کا تذکرہ ملتا ہے جن کا ایک رخ معروف اور ایک غیر معروف ہے۔ ان میں اب تک چراغ علی سراج، اوج یعقوبی اور علی جاوید مقصود کے تذکرے فروغ مرثیہ میں طباعت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ چوتھا تذکرہ ہے میر سعادت علی رضوی سرتاج۔ میر سعادت نے جب شاعری شروع کی تو اپنا تخلص صادق رکھا جسے بعد میں سرتاج سے تبدیل کیا اور اسی سے مشہور ہوئے۔ آپ کے مرثیوں کی تعداد پانچ ہے۔ چار طبع ہوئے اور ایک غیر مطبوعہ ہے۔ پہلا مرثیہ "کس کو کہتا ہے جہاں سروِ گلستانِ حسین"۔ دوسرا مرثیہ "غربت میں کس نے کی ہے رفاقت حسین کی" تیسرا مرثیہ "دربار میں یزید کے آتے ہیں اہلِ بیت" چوتھا مرثیہ "شام میں ہے داخلہ زینب کا" اور پانچواں مرثیہ وداعِ ایام عزا سے متعلق تھا۔ مرثیوں میں بین کا عنصر غالب ہے۔ بین میں چشموں کی سی روانی ہے۔

15۔ "فروغِ مرثیہ" کے پندرہویں شمارے میں 5 مضامین جن میں "رثائے عقلی" از عادل مختار، "شاعر و سوز خواں۔ اختر زیدی" از پروفیسر ضمیر حیدر، "ناطق لکھنوی کی مرثیہ نگاری" از پروفیسر سید علی عرفان نقوی، "بانو سید پوری۔ کربلا کی تفہیم کی نسائی آواز" از ڈاکٹر عابد حسین حیدری، "آبروئے شیر ازِ ہند۔ مضطر جونپوری" از ڈاکٹر کاظم مہدی شامل ہیں۔ یہ شمارہ فروری 2024ء میں شائع ہوا ہے۔

عادل مختار نے اپنے مضمون "رثائے عقلی" میں مرثیے کو انسانی جذبات، فلسفے اور انسانی وجود کی گہرائیوں سے جوڑا ہے۔ اس صنف میں شاعر کو مختلف احساسات، حقیقتوں اور حالات کو متوازن طور پر پیش کرنا پڑتا ہے۔ مرثیہ ایک روش کا نام نہیں بلکہ اس میں اجتہاد کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ مرثیے میں ذکر مصائب پر مشتمل مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔ مرثیہ نگار کی کوشش ہوتی ہے کہ ذکر مصائب سے گریہ ہو جبکہ رثائے عقلی مصائب کی وجوہ اور اسباب فراہم کرتی ہے۔ رثائے عقلی کے مطابق مرثیے کے کردار کے مصائب تمام ادوار سے متعلق مصائب ہیں۔ عام مرثیے میں کربلا کے سانحات پر مرثیے کا اختتام ہوتا ہے جبکہ رثائے عقلی شہادت کے قبل اور بعد تمام ماجرا سامنے رکھ کے ایک نئے آغاز کا اشارہ ہے۔

پروفیسر حیدر اپنے مضمون "شاعر و سوز خواں۔ اختر زیدی" میں لکھتے ہیں کہ میں نے احمد دانش لکھنوی کا مضمون "رثائی ادب"، سبط جعفر زیدی کی کتاب "صوتی علوم وفنون اسلامی"، ڈاکٹر عقیل عباس جعفری کی کتاب "سوز خوانی کا فن"، کا

مطالعہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مختلف سوز خواں ہجرت کر کے ہندوستان آئے پھر ایک نئے ملک ہجرت کی۔ سید اختر حسین زیدی کا خاندان ایران سے آکر بھارت کے صوبے اتر پردیش بھیرہ سادات میں آباد ہوا۔ اور عزائے حسین میں مصروف ہوا۔ سید اختر حسین زیدی 22 جولائی 1922ء بھیرہ سادات میں پیدا ہوئے۔ ساری زندگی کوئٹہ امام بارگاہ ناصر العزا میں سوز خوانی کی۔ وہ ملک ومال نہیں رکھتے تھے بلکہ فقر بوذری پر نازاں تھے۔ ان کے دو مجموعہ کلام شائع ہوئے۔ پہلا مجموعہ "ضیائے اختر" 1997ء میں جبکہ دوسرا مجموعہ کلام "نطقِ جبرائیل" 2004ء میں شائع ہوا۔ سید اختر حسین زیدی 7 جنوری 2014ء کو 92 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔

مضمون "ناطق لکھنوی کی مرثیہ نگاری" پروفیسر سید علی عرفان نقوی نے لکھا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ناطق لکھنوی کا اصل نام سید ابوالعلا سعید احمد اور تخلص ناطق تھا جبکہ شہرت لکھنوی سے پائی والد کا نام عبدالبصیر زیدی تھا۔ آپ کی ولادت 1878 میں لکھنو میں ہوئی۔ آپ رسالہ "ملک و ملت" "نور الانوار" اور "مبصر" کے مدیر تھے۔ آپ کی تصانیف میں "بستانِ معرفت" "اسرارِ حقیقت" "تذکرہ شعرائے اردو" "ویدو ویدا نیت" " افسانہ شہر آشوب"، "دیوان ناطق" اور" نظمِ اردو" شامل ہیں۔ انہوں نے 1950 میں پاکستان ہجرت کی جہاں 19 اکتوبر 1950 میں وفات پاگئے۔

ڈاکٹر عابد حسین حیدری نے اپنے مضمون "بانو سید پوری۔ کربلا کی تفہیم کی نسائی آواز" میں جدید مرثیہ نگاری میں بانو سید پوری کا نام شامل کرتے ہیں۔ انہوں نے انیس و دبیر کی پیروی کی۔ ان کے مرثیے تین ابواب میں تقسیم ہیں۔ متذکرہ مجموعے کے باب اول کو "کربلا اقدام سے انجام تک" نام دیا گیا ہے. 21ویں صدی کا نہیں بلکہ ہر دور کا مسئلہ دہشت گردی ہے اور انہوں نے اس کو بے نقاب کرنے کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام کا قربانی پیش کرنا بیان کیا۔ بانو سید پوری کا خیال ہے کہ واقعہ کربلا سے پہلے صلح حسن کے فلسفہ کو سمجھنا ہوگا اور امام حسین علیہ السلام کے جہاد کا طریقہ بھی سمجھنا ہوگا۔ کربلا اقدام سے انجام تک میں پہلا مرثیہ "طلب بیعت" کے عنوان سے ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے بیعت کے خلاف آواز اٹھائی اور میدان میں آگئے۔ بانو سید پوری نے امام حسین علیہ السلام کی ہجرت اور مدینہ میں الوداع کا منظر پیش کیا۔ بی بی زینب کو امام حسین کی معرکہ کربلا میں سب سے بڑی ضرورت قرار دیا۔ مدینے سے ہجرت کے بعد امام حسین علیہ السلام کا قیام مکے میں ہوا۔ حسینی انقلاب میں سب سے پہلا نام مسلم بن عقیل کا ہے۔ بانو سید پوری نے مسلم بن عقیل کا تعارف کروایا۔ امام حسین کا مکہ چھوڑنا ایک سلیقے کے ساتھ بیان کیا۔ ان کی شہادت کی وضاحت لکھی اور دو محرم کو آپ کربلا میں داخل ہوئے اس کو بھی بڑے سلیقے سے پیش کیا اور حر کا کردار دشمن اہل بیت کے لیے آئینہ پیش کیا ۔ اس طرح بانو نے شب عاشور، صبح عاشور تاعصر کربلا اور شام غریباں جیسے موضوعات کو شاعری بنا کر مرثیہ پیش کیا۔
ڈاکٹر کاظم مہدی نے اپنا مضمون "آبروئے شیر ازِ ہند۔ مضطر جونپوری" سید عباس حیدر زیدی صاحب کے بارے میں لکھا گیا ہے جن کا تخلص مضطر جونپوری ہے۔ آپ کے تین مجموعے ہیں "انوار کساء جلد اول" دوسرا مجموعہ "جہاد کربلا" تیسرا

مجموعہ "انوار کساء حصہ دوم"۔ جہاں شعراء منقبت کے چند شعر کہتے ہیں آپ مخمس کہہ دیتے۔ آپ خاندانی وراثت کی وجہ سے مرثیہ خوانی اور مرثیہ گوئی کی طرف راغب ہوئے۔

ج۔"فروغِ مرثیہ"کے سلام

سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" میں شعرا کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ سلام شائع ہوتے رہتے ہیں جن سے سلام نگاری کی ایک روایت محفوظ ہوتی چلی جا رہی ہے۔اس حصے میں فروغِ مرثیہ کے پہلے پندرہ شماروں میں شائع ہونے والے سلاموں کا تذکرہ شامل ہے۔

1۔ فروغِ مرثیہ کے پہلے شمارے میں کل 9 سلام شائع ہوئے ہیں جن میں سلام "ضبطِ گریہ ماتمِ سرور میں ہو سکتا نہیں" از میر انیس، سلام "غمِ شبیر جو اشک بہانے کا نہیں" از مرزا دبیر، سلام "کربلا، امر و نہی ہے چشمِ بینا کے لیے" از ضامن جعفری، سلام "بریدہ دستِ دعا کی اساس رکھ آیا" از اختر آصف زیدی، سلام "سلام ان پر کہ جن کے بازو بندھے ہوئے تھے" از شاہدہ حسن، سلام "زخمِ سینہ فگار میں رہنا" از سر فراز ابد، سلام "ہے خدا کی شان سورج پر کرن کے پاؤں ہیں" از قسیم امروہوی"، سلام "کرب و بلا میں شہ نے جو بستی بسائی ہے" از رضی جعفری اور سلام "کربلا مظلومیت کی داستانِ صبر ہے" از مہدی ظہیر شامل ہیں۔

2۔ سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے دوسرے شمارے میں سلام "اے سلامی خیام جلتے ہیں" از مرزا عشق، سلام "کوئی بھی ہمدم دمِ آخر نہ تھا شبیر کا" از میر زا تعشق، سلام "لکھو تاریخِ ہستی گر ہماری داستانوں سے" از نسیم امروہوی، سلام "نہ سلسلہ تو و تُم کا رکّھا نہ رَبطِ آپ و جَناب رَکّھا" از ضامن جعفری، سلام "رقم طراز نے لکھّا تو باوفا لکھّا" از اختر اصف زیدی، سلام "بجھے چراغ سے ظلمت کا سد باب کیا" از کلیم ظفر، سلام "ازل سے دل ہے مرا، مبتلائے شہر حسین" از شاہد حسن، سلام "سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کیا لکھوں مطلع" از سلیمان حیدر، سلام "جو تمنا تھی دلِ فاتحِ خیبر کے لیے" از مضطر جون پوری، سلام "کیسی یہ عادتِ بد ہے، حد ہے" از ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی، سلام "منزل کی طرف موڑ کے رستے کو حسین اب" از احمر شہوار، سلام "تھی سدا گریہ کناں حیران و ششدر کربلا" از میر یوسف میر، سلام "گماں نہ آئے ادھر حق سے کچھ اشارہ ہوا" از ساجد علی، سلام "کار گر فاطمہ زہرا کی دعا آج بھی ہے" از عقیل حیدر رضوی شامل ہیں۔

3۔ سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے تیسرے شمارے میں سلام "اے بدخشان نبی کے لال احمر السلام" از میر تقی میر، سلام "اے محمد کی دو عالم میں نشانی السلام" از مرزا محمد رفیع سودا، سلام "کیا بیاں ہم عاصیوں سے ہو مقام اہل بیت" از ضامن

جعفری، سلام "طعنہ و طنز بھی ہے جور جفا آج بھی ہے" از اطہر حسنین، سلام "شان شایان حسین ابن علی لکھیں سلام" از شہاب کاظمی، سلام "جز علی کوئی نہ تھا زہرا تمہارے لائق" از عقیل عباس جعفری، سلام "سلامی نائب ختم پیمبر ایسے ہوتے ہیں" از مرزا جمشید علی بیگ، سلام "کر رہے ہیں جو عطا حضرت شبیر مجھے" از کلیم ظفر، سلام "کسی کی موت کسی کی بقا فرات کے پاس" از شاہد حسن، سلام "کعبہ دل پر ہوا ہے جب سے احصائے حسین" از احمر شہوار، سلام "سلام عرشِ معلی کا ان زمینوں کو" از جوہر عباس شامل ہیں۔

4۔ سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے چوتھے شمارے میں سلام "نبی کس کے لیے میدان میں منبر بناتے ہیں" از ضامن جعفری، سلام "صرف سلام ہی حسن تجھ پہ روا نہیں ہوا" از اطہر حسنین، سلام "ابد کا آخری سجدہ حسین کیسے ہو" از اقبال حیدر، سلام "دشت میں ایجاد کرتا ہے زبان تشنگی" از میر تکلم، سلام "اس لیے ہے نامِ شاہِ کربلا شبیر کا" شاہدہ حسن، سلام "سلامی فکر کو جب آگہی تخسیر کرتی ہے" از احمر شہوار، سلام "پانی جو کربلا میں تھا مثل سراب ریت پر" از نسیم کاظمی، سلام "اٹھنے لگی ماتم کی صدا فرش عزا سے" از کاشف حیدر، سلام "خواہش خودی کی ہے کہ یہی بے خودی رہے" از ساجد علی، سلام "دل سے ثنا بتول کی کرتا چلا گیا" از عقیل حیدر رضوی، سلام "تاج سلطانی بھی ان کے سنگ در جیسا نہیں" تسنیم زیدی، سلام "جگمگاتا ہے حسینی قافلہ" از ڈاکٹر شفیق آصف، سلام "وہ معرفت کے بہتر گلِ ریاضِ رسول" از باسط سرسوی مرحوم شامل ہیں۔

5۔ سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے پانچویں شمارے میں سلام "مدینہ ہے نجف ہے کربلا ہے" از قسیم امروہوی، سلام "اگر سبطِ نبی کا آخری سجدہ نہیں ہوتا" از آختر آصف زیدی، سلام "کہتا ہوں یا حسین بڑی آن بان سے" از کلیم ظفر، سلام "زمیں پہ کچھ بھی نہ تھا یہ تھی ایک خالی جگہ" از عقیل عباس جعفری، سلام "منزل کی طرف موڑ کے رستے کو حسین آپ" از احمر شہوار، سلام "میری تخئیل کا تحریر کا محور ہے تو ہی" از نسیم کاظمی، سلام "دل بہ دل اب داستاں در داستاں ہے کربلا" شاہدہ حسن، سلام "منھ اندھیرے جو چلے مالکِ تنویر پہ تیر" از کمیل شفیق رضوی، سلام "طاقِ دل گنجِ غم سبطِ پیمبر ہی رہا" از عون پرتاب گڑھی، سلام "یوں دیا عباس نے پانی کو تحفہ پیاس کا" از محکم ابدی علی پوری شامل ہیں۔

6۔ سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے چھٹے شمارے میں سلام "از شرق تا بہ غرب ہے گھر گھر کہاں کہاں" از خواجہ رفیق انجم، سلام "لوگ سب صبحوں کو بھی پروردہ شب لکھتے ہیں" از اختر آصف زیدی، سلام "مر گئے مرتے یہاں لوگ نہ جینا آیا" از کلیم ظفر، سلام "شب فراق میں روئیں جو بیقرار آنکھیں" از تصویر فاطمہ، سلام "اس لیے ہے نام شاہ کربلا شبیر کا" از شاہدہ حسن، سلام "دل کو تو نذرِ سید بطحا کیا گیا" از زہرا علی شامل ہیں۔

7۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے ساتویں شمارے میں سلام" قلم نے لوح پہ جب مصطفےٰ کا نام لکھا" از میر ضاحک، سلام "سر دَہاں بھی منزل نقد و نظر ہو جائے گی" از ضامن جعفری، سلام "اگر سبطِ نبی کا آخری سجدہ نہیں ہوتا" از اختر آصف زیدی، سلام "کفر ہو گا یہ سمجھتا کہ وہ مر جاتے ہیں" عزم کلیم ظفر، سلام "راہِ طلب میں چار سو کرب و بلا ہے آج بھی" از شاہدہ حسن، سلام "جب آدمی کے دل میں سماتی ہے کربلا" از قیصر عباس، سلام "زمینِ حسن ترا آسماں علی اکبر" از رخشندہ بتول، سلام "بعدِ حسین کون ہے یہ میر کارواں" از تصویر فاطمہ، سلام "ناقدریوں کے دور میں برباد ہو گئے" از مرتضیٰ حسین تیور شامل ہیں۔

8۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے آٹھویں شمارے میں سلام "اے سلامی دیکھ کر بے رُوئے اکبر چاندنی" از میر مونس، سلام "کس فجر کی ساعت یہ شبِ تار سے گزری" از کلیم ظفر، سلام "کرتے ہیں جا کے عزم یہ احرار کربلا" از احمر شہوار شامل ہیں۔

9۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے نویں شمارے میں سلام" خاکِ نجف میں مرکزِ آغاز ہے تو چل" از اختر آصف زیدی، سلام" سخن سراہی نہیں جان و دل سلامی ہے" از کلیم ظفر، سلام "سوکھے لبوں پہ سرخیِ انکار دیکھ کر" از جوہر عباس شامل ہیں۔

10۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے دسویں شمارے میں سلام "ہر سانس کا مقروض ہوں اے ربِ جہاں میں" از ڈاکٹر مظہر عباس رضوی، سلام "مقتلِ وقت میں شبیر کے مضبوط قدم" از اختر آصف صف زیدی، سلام "درد کو ذکر کا معیار بنایا دل نے" از کلیم ظفر شامل ہیں۔

11۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے گیارہویں شمارے میں سلام" انیس کی ہے زمیں گو قدم بچا کے چلے" از ضامن جعفری، سلام "صورتِ قرطاس پر لفظوں کے تیور دیکھنا" از اختر آصف زیدی، سلام" یہ کیا کہ شکوہِ تیرہ شبی کرے دنیا" از کلیم ظفر، سلام "دیکھا جو ماں نے چہرہ اکبر کو ساری رات" از تصویر فاطمہ، سلام" جس دل میں غمِ شہ کی امانت نہیں ملتی" از ساجد علی، سلام "محوِ انوارِ عزاداری شبیر ہوا" از زر نگار عباس، سلام "کب فقط تیر و سیناں سے داستاں لکھی گئی" از حسن رضا رضوی شامل ہیں۔

12۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے بارہویں شمارے میں سلام "صدا بلند ہے چاروں طرف خدا مددے" آصف اختر زیدی، سلام "کون و مکاں کا فخر ہے سجدہ سر حسین کا" از شاہدہ حسن، سلام "سب شور کر رہے ہیں یہ کوفے میں کیا ہوا" از قیصر عباس قیصر شامل ہیں۔

13۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے تیرہویں شمارے میں سلام" جلتے تھے ہونٹ پیاس سے دریا تھا سامنے" از امجد اسلام امجد، سلام "بزمِ غم میں ہم کو لایا ہے مقدر آئے ہیں" از اختر آصف زیدی، سلام" دمِ شہادت یہ کون نبضِ حیات تھامے کھڑا ہوا ہے" از احمر شہوار، سلام "خاکِ دل گر کربلا کی خاک پر واری نہ ہو" از ساجد علی، سلام "یزیدیت سے کھلی جنگ ہے مری تحریر" از پروین حیدر شامل ہیں۔

14۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے چودھویں شمارے میں سلام "نبی کا دین ہے ممنونِ احساں زور حیدر کا" از رضی جعفری، سلام "اے غبارِ سر کربلائے الم" از عشرت آفرین، سلام "واقف رمز کن فکاں ہی نہیں" از کلیم ظفر، سلام "بلاد قربِ بلا رہی ہے قریب آؤ تو رب ملے گا" از احمر شہوار، سلام "ہم نے دریا جسے سمجھا وہ سمندر آنکھیں" از ڈاکٹر جاوید منظر، سلام "لوحِ محفوظ ہے پابندِ تمنائے حسین" از جوہر عباس، سلام "نسبتِ ابن علی پر فخر ہے" از وفا نقوی، سلام "اے حسین ابن علی عرش کے مطلوب سلام" از حسن رضوی حر شامل ہیں۔

15۔سہ ماہی "فروغِ مرثیہ" کے پندرہویں شمارے میں سلام" یہ کشتۂ راہِ حق بھی کیا ہیں" از عشرت آفریں، سلام "ابھرا ہے آفتابِ رموز من الحسین" از رخشندہ بتول، سلام "جہاں سے ہم کو رموز جہاں بتائے گئے" از اختر آصف زیدی، سلام "باوفا نے کر کے قبضہ بے کسی کے باوجود" از ڈاکٹر مظہر عباس رضوی شامل ہیں۔

د۔"فروغِ مرثیہ" کے غیر مطبوعہ مرثیے

کینیڈا سے جاری ہوانے والے سہ ماہی مجلے "فروغِ مرثیہ" کا بنیادی مقصد صنفِ مرثیہ کی ترویج و ترقی ہے۔"فروغِ مرثیہ" کے مدیر اصغر مہدی اشعر نے اس بات کی وضاحت اپنے انٹرویو میں یوں تحریر کی ہے۔

> "مرثیہ ہماری تہذیبی اور سماجی تاریخ کا حصہ ہے۔ اس سہ ماہی کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس ورثے کو دستاویزی صورت میں محفوظ کیا جائے اور دنیا کے مختلف خطوں میں موجود اردو دان طبقے کو مرثیے کے ادبی مقام سے روشناس کرایا جائے۔"(16)

1۔"فروغِ مرثیہ" کے پہلے شمارے میں تین مرثیے جن میں نیر اسعدی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "آنکھیں"، باقر امانت خانی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "انقلابات سے ہے عقدِ ثریا کی نمود"، علی عرفان کا غیر مطبوعہ مرثیہ "فدک" شامل ہیں۔

2۔"فروغِ مرثیہ" کے دوسرے شمارے میں دو مرثیے جن میں سید باقر مرزا صاحب حمید کا غیر مطبوعہ مرثیہ "ساتھ فرزند و پدر خیمے سے باہر نکلے" اور عادل سیتاپوری کا غیر مطبوعہ مرثیہ "رسول خاک بہ سر کربلا میں آتے ہیں" شامل ہیں۔

3۔"فروغ مرثیہ" کے تیسرے شمارے میں چار مرثیے جن میں عابد جعفری کا غیر مطبوعہ مرثیہ "عدل"، حسین تاج رضوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "لذتِ مرگ"، اختر آصف زیدی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "سایہ" اور ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "کربلا کے پھول" شامل ہیں۔

4۔"فروغ مرثیہ" کے چوتھے شمارے میں علامہ سید علی رضوی صغیر ثانوی کے 40 غیر مطبوعہ مراثی کے نام، سردار نقوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "یارب شعور عشق کو حسنِ اصول دے" ارم اقبال نقوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "علم کو ہیچ جو سمجھے وہ سمجھدار نہیں" شامل ہیں۔

5۔"فروغ مرثیہ" کے پانچویں شمارے میں تین مرثیے جن میں ید اللہ حیدر کا غیر مطبوعہ مرثیہ "ضرورتِ حجت"، قیصر عباس قیصر کا غیر مطبوعہ مرثیہ "درحال شہنشاہ وفا حضرت عباس علمدار" اور عشرت آفرین کا غیر مطبوعہ مرثیہ "تاریخ اور کردار" شامل ہیں۔

6۔"فروغ مرثیہ" کے چھٹے شمارے میں تین مرثیے جن میں کیفی سنبھلی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "تعلیم"، ڈاکٹر سید قمر عابدی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "ظلم" اور علی عرفان کا غیر مطبوعہ مرثیہ "عدالت" شامل ہیں۔

7۔"فروغ مرثیہ" کے ساتویں شمارے میں چار مرثیے جن میں عابد جعفری کا غیر مطبوعہ مرثیہ "درِ فاطمہ" ڈاکٹر جاوید منظر کا غیر مطبو مرثیہ "ایمانِ ابو طالب" اور ڈاکٹر شیر از زیدی کے دو غیر مطبوعہ مرثیے "شہزادہ قاسم" اور مرثیہ "شہزادہ قاسم ابن حسن" شامل ہیں۔

8۔"فروغ مرثیہ" کے آٹھویں شمارے میں دو مرثیے جن میں انوار عباس الہٰ آبادی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "جہاد" اور فدا حسین ناشاد کا غیر مطبوعہ مرثیہ "شہادت" شامل ہیں۔

9۔"فروغ مرثیہ" کے نویں شمارے میں دو مرثیے جن میں ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "آزادی" اور ڈاکٹر عباس رضا نیر جلال پوری کا غیر مطبوعہ مرثیہ "جلال پور اور معرفتِ کربلا" شامل ہیں۔

10۔"فروغ مرثیہ" کے دسویں شمارے میں دو مرثیے جن میں علی جاوید مقصود کا غیر مطبوعہ مرثیہ "درحال نوشاہ کربلا شہزادہ قاسم ابن حسن" اور جرار چھولسی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "میدانِ شہادت کی طرف جاتے ہیں عباس" شامل ہیں۔

11۔"فروغ مرثیہ" کے گیارہویں شمارے میں تین مرثیے جن میں سید در الحسن رضوی کا غیر مطبو مرثیہ "حسرتِ ناکام"، محمد علی ظاہر کا غیر مطبوعہ مرثیہ "امام حسین" اور تصویر فاطمہ کا غیر مطبوعہ مرثیہ "پیغمبرِ نسواں" شامل ہیں۔

12۔"فروغ مرثیہ" کے بارہویں شمارے میں ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "ماتم" پیش کیا گیا ہے۔

13۔ "فروغ مرثیہ " کے تیرہویں شمارے میں تین مرثیے جن میں سید جاوید حسن کا غیر مطبوعہ مرثیہ "اصرار ہے یہ مجھ سے کہ میں مرثیہ لکھوں"،ڈاکٹر ناشر نقوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "خاصانِ خدا"اور علی عرفان کا غیر مطبوعہ مرثیہ "حق "شامل ہیں۔

14۔ "فروغ مرثیہ " کے چودھویں شمارے میں پانچ مرثیے جن میں عابد جعفری کا غیر مطبوعہ مرثیہ "کربلا"، فدا محمد ناشاد کا غیر مطبوعہ مرثیہ "اسیری"، محمد علی ظاہر کا غیر مطبوعہ مرثیہ "اسم"، علی عرفان کا غیر مطبوعہ مرثیہ "قیامت "اور شگفتہ دلشاد کا غیر مطبوعہ مرثیہ "درحال امام رضاعلیہ السلام "شامل ہیں۔

15۔ "فروغ مرثیہ " کے پندرہویں شمارے میں پانچ مرثیے جن میں شدید لکھنوی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "صاحبِ خیر سوئے لشکرِ شر جاتا ہے"، قیصر عباس قیصر کا غیر مطبوعہ مرثیہ "درحال بی بی ام البنین سلام اللہ علیہا"، جرار چھولسی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "محضرِ غم"، علی عرفان کا غیر مطبوعہ مرثیہ "نطق"اور تسنیم عابدی کا غیر مطبوعہ مرثیہ "گھر وہ ہے جو سکون کی آماجگاہ ہو" شامل ہیں۔

☆☆☆

باب سوم

☆ **ماحصل** (اُردو زبان وادب کی ترویج میں "فروغِ مرثیہ" کا کردار) ☆

ماحصل (اُردو زبان وادب کی ترویج میں "فروغِ مرثیہ" کا کردار)

کینیڈا سے شائع ہونے والا سہ ماہی مجلہ "فروغِ مرثیہ" اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔اس مجلے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ رثائی ادب کے ذریعے اردو زبان کے نایاب مطبوعہ و غیر مطبوعہ مرثیے، سلام، رباعیات، منقبت، حمد اور نعت کے متون کو محفوظ کر رہا ہے۔"فروغِ مرثیہ" میں مذکورہ اصناف کے کئی قلمی نسخے، ڈائریاں، بیاضیں اور خطوط کے ذریعے قدیم متن محفوظ ہو رہا ہے۔ یہ متن محض ایک لائبریری میں موجود نہیں بلکہ ایک ویب سائٹ پر پوری دنیا کے لیے دستیاب ہے۔ اس ویب سائٹ کا نام www.emarsiya.com ہے۔اس ویب سائٹ پر "فروغِ مرثیہ" کے علاوہ آڈیوز، ویڈیوز، چینلز، رثائی ادب کی کتابیں، انیسیات و دبیریات کی کتابیں اور سیکڑوں شاعروں کے مرثیے موجود ہیں۔ "فروغِ مرثیہ" ہر تین ماہ بعد کینیڈا، پاکستان اور ہندوستان سے شائع ہوتا ہے اور دنیا کے کئی ممالک میں اس کی ترسیل جاری ہے۔ مرثیہ جس کے بارے میں یہ تاثر قائم ہونے لگا تھا کہ یہ صنف مٹ رہی ہے اور داستان کی طرح عنقریب متروک ہو جائے گی، "فروغِ مرثیہ" نے اس کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔

"فروغِ مرثیہ" کی اشاعت سے نہ صرف اردو زبان کی ترویج و ترقی ہو رہی ہے بلکہ اردو ادب کی آبیاری بھی ہو رہی ہے۔" فروغِ مرثیہ" کے اداریوں کا جائزہ لینے سے یہ اندازہ ہوا ہے کہ یہ مجلہ دنیا کے کئی ممالک میں فروغ پا رہا ہے اور وہاں اردو کی ترویج ہو رہی ہے۔مجلے کے مدیر اصغر مہدی اشعر صاحب کی رائے میں کینیڈا، پاکستان، ہندوستان، امریکہ، جرمنی اور دبئی وغیرہ کا اردو دان طبقہ آپس میں اس مجلے کے ذریعے منسلک ہو رہا ہے۔جب "فروغِ مرثیہ" کے مضامین کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ صنف بالکل بھی ختم نہیں ہو رہی بلکہ اس صنف کی تنقید ترقی کر رہی ہے۔ مضامین میں تنقیدی اور تحقیقی بصیرت ملتی ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس صنف میں ابھی ترقی کے امکانات باقی ہیں۔"فروغِ مرثیہ" میں عادل مختار، ارتضیٰ عباس نقوی، فرحان رضا، لئیق رضوی، پروفیسر ناشر نقوی، مضطر جون پوری، ڈاکٹر ریحان حسن، اصغر مہدی اشعر، ذیشان زیدی، عابد حسین حیدری، سید ضمیر حیدر، مظہر عباس رضوی، شہاب صفدر، جوہر عباس اور ڈاکٹر کشور جہاں زیدی کے مضامین مرثیے کی تنقید میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔"فروغِ مرثیہ" میں رثائی ادب کی صنف "سلام" کی مسلسل اشاعت بھی جاری ہے۔ کئی مطبوعہ و غیر مطبوعہ سلام اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ جن شعرا کے سلام شائع ہوئے ہیں ان میں میر و سودا، انیس و دبیر، اختر آصف زیدی، کلیم ظفر، سلیمان حیدر، مظہر عباس رضوی، احمر شہوار، شہاب کاظمی، عقیل عباس جعفری، مرزا جمشید علی بیگ، جوہر عباس، ضامن جعفری، اطہر حسنین، اقبال حیدر، میر تکلم، شاہدہ حسن اور تصویر فاطمہ کے نام معروف ہیں۔"فروغِ مرثیہ" نے جس صنف کو متروک ہونے سے بچانے اور اسے ترقی دینے کا عزم کیا ہے وہ صنف "مرثیہ" ہے۔اس مجلے کی خاص بات یہ ہے اس میں قدیم، کلاسیکی اور جدید دور کے بہت نادر و نایاب اور غیر

مطبوعہ مرثیے شائع ہو رہے ہیں۔ یہ مرثیے قدیم بیاضوں، ڈائیریوں، لائبریریوں اور بہت سے شعرا کے ورثا سے حاصل کیے جا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ نہ صرف اردو زبان کو محفوظ کر رہا ہے بلکہ اس کو ڈیجیٹل کر کے پوری دنیا کے اردو قارئین اور محققین کے لیے آن لائن فراہمی کو یقینی بنا رہا ہے۔ یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ جو کام اداروں کے کرنے کے ہوتے ہیں وہ سہ ماہی مجلہ "فروغِ مرثیہ" کے مدیر جناب اصغر مہدی اشعر صاحب کر رہے ہیں۔ جس انداز میں انھوں نے رثائی ادب کے متون کو محفوظ کیا ہے اور پوری دنیا کے لوگوں کے لیے آن لائن مہیا کیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب اردو مرثیہ کے قارئین اور محققین کی رسائی بہت نایاب نسخوں تک یقینی ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

1۔انور سدید، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، اکادمی ادبیاتِ پاکستان، اسلام آباد، 1992ء، ص:3

2. https://eap.bl.uk/collection/EAP566-1-3-1

3۔وضاحت حسین رضوی (مدیر)، ڈاکٹر، مجلہ "نیادور" (انیس نمبر)، اکتوبر تا دسمبر 2016ء اتر پردیش، سرورق

4۔اصغر مہدی اشعر، اداریہ، مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ اول، اگست 2020ء، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، ص:7

5۔اصغر مہدی اشعر، انٹرویو بہ ذریعہ گوگل فارم، انٹرویور: شاور حسین، 22 ستمبر 2025ء، صبح 6 بج کر 53 منٹ پر

6۔نسیم امروہوی، "کچھ باتیں، زبان و قواعد کے بارے میں" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: اول، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، 2020ء، ص18

7۔ناشر نقوی، پروفیسر، "مرزا دبیر شناسی اور نئے مرثیے کا اضافہ" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: دوم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، نومبر 2020ء، ص23

8۔فرحان رضا، "اردو کے ضرب المثل مصرعے (رثائی ادب کی روشنی میں)" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: دوم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، نومبر 2020ء، ص49

9۔سلامت رضوی، "منجھو صاحب سوز خوان" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: دوم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، نومبر 2020ء، ص70

10۔ذیشان زیدی، "باقر حسن زیدی بھرت پوری کی مرثیہ گوئی" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: سوم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، فروری 2021ء، ص13

11۔سید ضمیر حیدر، "ڈاکٹر ہلال نقوی کا پہلا شائع شدہ مرثیہ" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: چہارم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، مئی 2021ء، ص72

12۔ذیشان زیدی "ڈاکٹر صفدر حسین کی مرثیہ نگاری" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: پنجم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، اگست 2021ء، ص23

13۔علی عرفان "اوج یعقوبی کی مرثیہ نگاری" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: پنجم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، اگست 2021ء، ص74

14۔ناشر نقوی "اردو مرثیہ اور شمالی ہندوستان" مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: ششم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل، کینیڈا، نومبر 2021ء، ص8

15۔ ذوالفقار علی بخاری "کچھ مرثیہ خوانی کے بارے میں "مشمولہ فروغِ مرثیہ، شمارہ: ہشتم، مدیر: اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ انٹر نیشنل ، کینیڈا، مئی 2022ء، ص9

16۔ اصغر مہدی اشعر، انٹرویو بہ ذریعہ گوگل فارم، انٹرویور: شناور حسین، 22 ستمبر 2025ء، صبح 6 بج کر 53 منٹ پر

☆☆☆

کتابیات

1۔ اصغر مہدی اشعر، فروغِ مرثیہ، شمارہ اول تا پندرہ، اگست 2020ء تا 2024ء، فروغِ مرثیہ انٹرنیشنل، کینیڈا

2۔ انور سدید، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، اکادمی ادبیاتِ پاکستان، اسلام آباد، 1992ء

3۔ نیر مسعود، انیس، آج، کراچی، 2005ء

4۔ نیر مسعود، مرثیہ خوانی کا فن، آج، کراچی، 2005ء

5۔ وضاحت حسین رضوی، ڈاکٹر (مدیر)، مجلہ "نیا دور" (انیس نمبر)، اکتوبر تا دسمبر 2016ء اتر پردیش

☆☆☆

ضمیمہ (مصاحبہ)

سہ ماہی مجلے "فروغ مرثیہ" کے مدیر اصغر مہدی اشعر صاحب سے انٹرویو۔

محترم اصغر مہدی اشعر صاحب السلام علیکم! آپ اپنا مختصر تعارف درج فرما دیجیے

اصغر مہدی اشعر: تعارفی خاکہ

1. ابتدائی تعارف

اصغر مہدی اشعر اردو ادب کے ان اہل قلم میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے تحقیق و تنقید کو اپنی شناخت بنایا. ان کا علمی جھکاؤ بالخصوص کلاسیکی اردو ادب، مرثیہ اور شعریات کی طرف زیادہ رہا ہے۔ ان کی تحریروں میں ادب کی روایت کے ساتھ ساتھ جدید تنقیدی رویوں کی آمیزش بھی نظر آتی ہے۔

2. علمی میدان

- تحقیق: اردو کے کلاسیکی شعرا خصوصا دبیر و انیس کے مرثیوں پر تحقیقی نگاہ ڈالی۔
- تنقید: جدید اردو تنقید کے اصولوں کو سامنے رکھ کر مرثیے اور اردو شعری روایت پر تبصرے کیے۔
- ادبی تاریخ: اردو کے ارتقائی سفر میں مرثیے کے مقام کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔

3. خصوصی دلچسپیاں

- مرثیہ گوئی کی روایت اور اس کی تہذیبی اہمیت
- کلاسیکی اردو شعرا کا مطالعہ
- شعری جمالیات اور اسلوبیاتی پہلو
- اردو میں مذہبی اور تہذیبی بیانیے کی تشکیل

4. تدریسی و خطیبانہ خدمات

- مختلف علمی و ادبی مجالس میں مدعو ہوتے رہے۔
- جامعات اور لٹریری فورمز پر اردو مرثیے، دبیر و انیس کی فنی باریکیاں، اور اردو شعریات کے حوالے سے لیکچرز دیے۔
- ان کی گفتگو میں تحقیقی گہرائی اور تنقیدی بصیرت نمایاں نظر آتی ہے۔

5. اسلوب کی خصوصیات

- زبان سادہ مگر علمی وقار کے ساتھ
- روایت اور جدید فکر کا حسین امتزاج۔
- تنقید میں اعتدال اور متوازن رویہ۔
- دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ گفتگو۔

6. ادبی خدمات کا خلاصہ

- اردو مرثیے کی روایت پر علمی و تنقیدی نگارشات۔
- اردو تنقید میں نئی جہات کی نشاندہی۔
- شعریات اور اسلوبیات پر گہری بصیرت کا اظہار۔
- نئی نسل کے قارئین اور طلبہ کو کلاسیکی ادب سے جوڑنے کی کوشش۔

آپ سہ ماہی مجلہ "فروغِ مرثیہ" کے اجرا کا بنیادی محرک کیا سمجھتے ہیں؟

سہ ماہی "فروغ مرثیہ" کا بنیادی محرک اس بات سے جڑا ہوا ہے کہ مرثیہ اردو ادب کی ایک بڑی صنف ہے جس نے صدیوں تک ہماری تہذیب، زبان، اور فکری روایات کو زندہ رکھا ہے۔ مگر جدید دور میں مرثیے پر تحقیقی و تنقیدی مطالعہ اور اس کی اشاعت محدود ہوتی جا رہی تھی۔ اسی کمی کو پورا کرنے کے لیے اس سہ ماہی کا آغاز ہوا۔

بنیادی محرکات درج ذیل ہیں:

1. مرثیے کا فروغ اور ترویج

مرثیہ گوئی کو صرف ایک مذہبی صنف کے طور پر نہیں بلکہ ادبی و تہذیبی صنف کے طور پر زندہ رکھنا۔

2. تحقیقی و تنقیدی مقالات کی اشاعت

محققین، اساتذہ اور طلبہ کے تحقیقی و تنقیدی مقالات کو پلیٹ فارم مہیا کرنا تاکہ علمی سطح پر مرثیہ کا مطالعہ آگے بڑھے۔

3. جدید قاری سے ربط

مرثیے کو نئی نسل اور معاصر ادب کے قارئین سے جوڑنا، تاکہ وہ اسے صرف ماضی کی چیز نہ سمجھیں بلکہ ایک زندہ اور متحرک صنف کے طور پر پڑھیں۔

4. تہذیبی و تاریخی ورثے کا تحفظ

مرثیہ ہماری تہذیبی و سماجی تاریخ کا حصہ ہے۔ اس سہ ماہی کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس ورثے کو دستاویزی صورت میں محفوظ کیا جائے۔

5. بین الاقوامی سطح پر تعارف

دنیا کے مختلف خطوں میں موجود اردو داں طبقے کو مرثیہ کے ادبی مقام سے روشناس کرانا۔

آپ کے خیال میں سہ ماہی مجلہ"فروغ اردو" اردو زبان و ادب کے فروغ میں کس طرح اپنا کردار ادا کر رہا ہے؟

بہت اہم سوال ہے۔ سہ ماہی "فروغ مرثیہ" محض مرثیے کے فروغ تک محدود نہیں، بلکہ یہ مجموعی طور پر اردو ادب اور اردو زبان کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے کردار کو چند نکات میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

—

1. علمی و تحقیقی معیار کی بلند ی

اس رسالے میں شائع ہونے والے مقالات اور مضامین تحقیقی و تنقیدی بنیادوں پر تیار کیے جاتے ہیں۔ اس سے اردو تحقیق کی روایت مضبوط ہوتی ہے اور نئی نسل کو معیاری علمی مواد میسر آتا ہے۔

2. اردو زبان کی تقویت

مرثیے کے مطالعات کے ذریعے نہ صرف مرثیہ گوئی کی زبان بلکہ مجموعی طور پر اردو زبان کی تہذیبی و ادبی شان اجاگر ہوتی ہے۔ سہ ماہی میں شائع تحریریں قاری کو خالص اور درست اردو سے آشنا کرتی ہیں۔

3. کلاسیکی و جدید ادب میں ربط

یہ سہ ماہی اردو ادب کے کلاسیکی سرمائے (انیس و دبیر کے مراثی وغیرہ) کو نئے تنقیدی زاویوں سے پیش کرتا ہے اور اسے جدید قاری سے جوڑتا ہے۔ یوں اردو ادب کے ماضی، حال اور مستقبل کے بیچ ایک مضبوط تعلق قائم ہوتا ہے۔

4. نوجوان نسل کی رہنمائی

تحقیقی مقالات اور زبان و بیان کی سلیقہ مندی نئی نسل کے طلبہ اور محققین کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس کے ذریعے نوجوان اہل قلم اردو ادب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

5. عالمی سطح پر اردو کی نمائندگی

چونکہ یہ سہ ماہی صرف مقامی سطح تک محدود نہیں رہتی بلکہ بیرون ملک اردو دان طبقے تک بھی پہنچتی ہے، اس لیے یہ اردو زبان کے بین الاقوامی فروغ میں بھی کردار ادا کرتی ہے۔

6. ادبی تنوع کا فروغ

اگرچہ اس کا محور مرثیہ ہے، مگر مرثیے کے ساتھ ساتھ اردو کی لسانی، فکری اور تہذیبی جہتیں بھی اجاگر ہوتی ہیں۔ یہ تنوع اردو ادب کی وسعت کو مزید بڑھاتا ہے۔

—

💡 یوں کہا جا سکتا ہے کہ "فروغ مرثیہ" صرف ایک ادبی سہ ماہی نہیں بلکہ اردو زبان و ادب کے تحفظ، ترقی اور اشاعت کا ایک فعال ذریعہ ہے

رثائی ادب پر تحقیق کرنے والے طلبہ و طالبات آپ کے ادارے سے کس طرح تعاون حاصل کر سکتے ہیں؟

اصغر مہدی اشعر اپنے تجربے اور علمی بصیرت کے ذریعے طلبہ کو رثائی ادب کی کلاسیکی و جدید جہات پر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ وہ تحقیق کے موضوع کے انتخاب، حوالہ جات کے جمع کرنے، اور ادبی تجزیے کے طریقہ کار میں مشورہ دیتے ہیں، جس سے طلبہ کی تحقیقی کوششیں مضبوط اور مستند بنتی ہیں

کیا انیس و دبیر کے علاوہ بھی آپ کلاسیکی مرثیے کی اشاعت کا منصوبہ رکھتے ہیں؟

جی بہت سے مرثیہ نگاروں پر کام کر رہا ہوں

کیا آپ رثائی ادب کے حوالے سے چند ایسے موضوعات کی نشان دہی کر سکتے ہیں جن پر جامعات میں تحقیقی نوعیت کے کام ہونے چاہیں

رثائی ادب اردو ادب کی ایک اہم صنف ہے، اور اس پر تحقیق کے لیے کئی زاویے اور موضوعات موجود ہیں جو جامعات میں تحقیقی مقالوں، تھیسس یا پی ایچ ڈی کے لیے موزوں ہیں۔ میں آپ کے لیے منظم اور جامع فہرست تیار کر رہا ہوں:

---

1. تاریخی و ادبی جائزہ
   - اردو مرثیے کی ارتقائی تاریخ
   - کلاسیکی مرثیہ اور جدید مرثیہ کے درمیان فرق
   - انیس و دبیر کے مراثی کا تاریخی اور ادبی تناظر
   - برصغیر میں رثائی ادب کے سماجی و تہذیبی اثرات

2. اسلوب اور فنی تجزیہ
   - رثائی اشعار میں اسلوبیاتی خصوصیات
   - مرثیہ گوئی میں شعری آلات اور فنی تراکیب
   - ادبی صنف کے طور پر مرثیہ کی زبان اور بیان کی خصوصیات
   - کلاسیکی اور جدید مرثیے میں اسلوبی تبدیلیاں

3. موضوعاتی اور فکری زاویے
   - مرثیے میں غم، صبر اور وفاداری کے موضوعات
   - امام حسین اور عاشورہ کے مرثیہ میں فکری پیغام
   - رثائی ادب میں سماجی و اخلاقی تعلیمات
   - مذہبی اور قومی شعور کی عکاسی

4. موازنہ اور بین الاقوامی مطالعہ
   - اردو مرثیہ بمقابلہ فارسی یا عربی مرثیہ
   - مختلف خطوں میں رثائی ادب کا موازنہ
   - اردو مرثیہ اور دیگر اردو ادبی صنفوں کا موازنہ

5. تنقیدی اور تحقیقی زاویے
   - رثائی ادب پر موجودہ تنقیدی مطالعے کا جائزہ
   - جدید تنقید کے اصولوں کے مطابق مرثیے کا تجزیہ
   - مرثیہ میں روایت اور جدت کا امتزاج

6. ادبی ورثے اور محفوظ کاری
   - نایاب اور قدیم مرثیوں کی تدوین و اشاعت
   - رثائی ادب کا ڈیجیٹل آرکائیونگ
   - مقامی اور علاقائی مرثیے کی تحقیق

7. سماجی اور نفسیاتی پہلو
   - رثائی ادب میں انسانی جذبات اور نفسیات
   - غم و صبر کے اظہار کا نفسیاتی مطالعہ
   - رثیے کے ذریعے سماجی یکجہتی اور ثقافتی شناخت

8. مستقبل کی تحقیق کے امکانات
   - رثائی ادب میں نئے موضوعات اور صنفی تبدیلیاں
   - نوجوان نسل کے لیے مرثیہ کی اہمیت اور تشہیر
   - بین الاقوامی سطح پر رثائی ادب کا فروغ